عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

نگاہِ نبوّت کی فیاضی

جلد: ۲۸ | ۲۵ / محرم تا ۲ / صفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ / جنوری ۲۰۰۹ء | شمارہ: ۴

مرزا قادیانی کے خلاف

حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ کفر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے اور سازشیں

بچوں کے گرد منڈلاتے خطرات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

قبر میں اضطراب اور پریشانی

فوزیہ علی، کراچی

س:...... میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، بعض سسرالی جھگڑوں کی وجہ سے میں اپنے شوہر سے شادی کے ایک سال بعد علیحدہ ہوگئی تھی یعنی میں اپنے والدین کے گھر اور میرے شوہر اپنے والدین کے گھر، ہمارا ایک بیٹا ہے جو میرے والدین کے گھر پیدا ہوا ہے، میں نے بہت چاہا کہ میرا گھر آباد ہو جائے مگر ساس، نندوں اور دیوروں کی وجہ سے میرا گھر آباد نہیں ہو سکا اور اس طرح دس سال گزر گئے، اب میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، میرے شوہر نے دور رہتے ہوئے نہ ہی میرا کوئی حق ادا کیا اور نہ اپنے بیٹے کا کوئی حق ادا کیا، نہ کبھی انہوں نے میرا نان نفقہ دیا اور نہ کبھی بچے کا کوئی خرچہ دیا، بچے کی پیدائش سے لے کر آج تک سارا خرچہ میرے والدین کر رہے ہیں۔ میرے بیٹے کی عمر اس وقت بارہ سال ہے مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد میرے سسرال والے میرے بیٹے کا جو حق بنتا ہے وہ نہیں دے رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیں گے مگر عملی قدم کوئی نہیں اٹھاتا، میری ساس کا صرف ایک ہی پوتا ہے جو کہ میرا بیٹا ہے، باقی سب پوتیاں ہیں۔ خواب میں مجھے اپنے شوہر نظر آئے جو کہ مجھ سے معافیاں مانگ رہے تھے اور اپنے بیٹے سے بھی معافی مانگ رہے تھے، چہرہ ان کا ایسا نظر آیا جیسے کہ جگہ جگہ سے کسی نے کھایا ہے اور انہیں ایک پل بھی سکون نہیں ہے، قبر میں کبھی اٹھتے ہیں، کبھی لیٹتے ہیں جیسے کہ بہت تکلیف میں ہیں اور اپنے بیٹے سے کہہ رہے ہیں کہ: ”بیٹا! میں تمہارا کوئی فرض، کوئی حق نہیں نبھا سکا جس کے لئے تم مجھے معاف کر دینا اور تمہارا جو بھی حق ہے وہ میری والدہ تمہیں دیں گی، مجھے بتائیے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے اور میں کیا کروں کہ میرے شوہر کو قبر میں سکون مل جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں معاف کر دے؟

ج:...... اس خواب کی تعبیر واضح ہے کہ ان کو اپنے اس ظلم کی وجہ سے قبر میں اضطراب اور پریشانی ہے آپ اس کو معاف کر دیں اور مرحوم کے والدین کو چاہئے کہ اس کی قبر، آخرت اچھی کرنے کے لئے یتیم اور بیوہ کا حق فوراً ادا کر دیں ورنہ وہ مرحوم عذاب میں مبتلا رہے گا۔

گناہوں سے چھٹکارے کا طریقہ

سید عثمان علی شاہ بخاری، اسلام آباد

س:...... مجھ سے بہت گناہ سرزد ہوئے، کچھ گناہ کبیرہ بھی تھے، ان سب سے میں نے توبہ کر لی لیکن اب بھی کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے، میں نے ہر بار اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگی مگر پھر بھی گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور بعد میں روتا اور افسوس کرتا ہوں کہ میں نے کیا کر دیا، پلیز آپ بتائیے کہ ان گناہوں سے دور ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔

ج:...... آپ تمام گناہوں سے پکی توبہ کریں اور کسی اللہ والے کی صحبت میں جایا کریں، انشاء اللہ آپ سے گناہ چھوٹ جائیں گے۔

مولانا سعید احمد جلال پوری

کھانے پینے کے برتن کو ڈھکنا

ساجدہ، کراچی

س:...... حدیث پاک میں نبی کریمؐ نے ہدایت کی ہے کہ ”رات کے وقت اپنے مشکیزہ کا منہ بند کر دو“ آج کل جب کہ ہم پینے کے لئے پانی پکاتے ہیں پانی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جالی والا برتن ڈھکنا پڑتا ہے، ورنہ پانی ٹھنڈا نہیں ہوتا، موسم گرم ہو تو یوں بھی پانی ٹھنڈا ہونے میں بہت دیر لگتی ہے، اس حدیث کی رو سے بتائیں کہ ہم کیا طرز عمل اختیار کریں کہ پانی بھی ٹھنڈا ہو جائے اور ہم محفوظ بھی رہیں۔

ج:...... یہ حدیث شفقت علی الخلق کے قبیل سے ہے، مقصد یہ ہے کہ برتن کھلا چھوڑنے کی صورت میں اس پر کسی زہریلی چیز کے داخل ہونے اور گرنے کا اندیشہ ہے، اس لئے اس کو بند کر کے رکھا جائے۔ چنانچہ اگر برتن پر کوئی ایسی چیز رکھ دی جائے جس سے وہ خارجی اثرات سے محفوظ ہو جائے تو جائز ہے اور اس حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ ☆☆

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

جلد:۲۸ ۲۵/محرم الحرام تا ۲/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱/جنوری ۲۰۰۹ء شمارہ:۴

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

یہودی جارحیت... مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ	۵	مولانا سعید احمد جلال پوری
نبی کریم ﷺ پر گستاخانہ حملے اور سازشیں	۷	مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
نگاہ نبوت کی فیاضی	۱۰	محمد حنیف نقشبندی
مرزا قادیانی کے خلاف حضرت گنگوہی کا فتویٰ کفر	۱۳	مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی
بچوں کے گرد منڈلاتے خطرات	۱۷	مولانا اسرار الحق قاسمی
صفر المظفر میں توہم پرستی کی حقیقت	۱۹	مولانا سہیل ممتاز
مکتوب سرگودھا	۲۱	محمد عبداللہ
اصل سکندر اعظم	۲۳	جاوید چوہدری
گل دستہ	۲۵	انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دُنیا سے بے رغبتی

حق تعالیٰ شانہ اپنی صحیح معرفت نصیب فرمائے اور دُنیا کی حقیقت ہم پر کھول دے، اور یہاں کی تمام چیزوں کو ہمارے لئے اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنادے، آمین!

دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے

ترجمہ:... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے، اور کافر کے لئے جنت ہے۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں جو دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت فرمایا گیا، علمائے اُمت نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں، مثلاً: ایک یہ کہ اس حدیث میں مؤمن کی دُنیا کا اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کی دُنیا کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ فرمایا گیا ہے۔

گویا ارشادِ نبوی کا مدعا یہ ہے کہ مؤمن، دُنیا میں خواہ کتنی ہی راحت و آرام میں ہو، لیکن آخرت اور جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس کی دُنیوی راحت و آرام کی وہی حیثیت ہے جو گھر کے مقابلے میں جیل کی ”اے“ کلاس کی ہوا کرتی ہے، اس کے برعکس کافر دُنیا میں خواہ کیسا ہی بدحال اور کشتۂ آلام ہو، مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلے میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کہلانے کی مستحق ہے۔

دوم:... یہ کہ دُنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مؤمن کو آفات و مصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا: سب سے زیادہ آزمائشیں کن لوگوں پر آتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ“ (ترمذی ج:۲ ص:۶۴)

یعنی دُنیا میں آفات و مصائب سب سے زیادہ انبیائے کرام علیہم السلام کو پیش آتے ہیں، پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقشِ قدم پر ہوں۔ اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے، اس لئے وہ لذات و شہوات میں غرق رہتا ہے۔ اس بنا پر فرمایا گیا ہے کہ دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے، جب وہ اس دُنیا سے رُخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قید خانے سے رہائی مل جاتی ہے، جبکہ کافر کے لئے یہ دُنیا خواہشات و لذات اور عیش پرستی کی جگہ ہے، اور جب وہ یہاں سے رُخصت ہوتا ہے تو اس کی راحت و آرام کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

سوم:... قید خانے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں آدمی کی آزادی سلب ہوجاتی ہے، وہ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کسی سے ملاقات کرنے میں پابندِ حکم ہوتا ہے، اپنی خواہش سے نہ کھا سکے، نہ اُٹھ بیٹھ سکے، نہ کسی سے ملاقات کرسکے۔ اس کی دُوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت و آرام کا خواہ کتنا ہی سامان جمع کردیا جائے مگر وہاں اس کا دل نہیں لگتا، بلکہ اپنے گھربار اور اہل و عیال میں جانے کے لئے اس کی رُوح ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے۔ ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دُنیا کے قید خانے میں ہونی چاہئے کہ وہ یہاں آزاد زندگی نہ گزارے بلکہ اَحکامِ الٰہیہ کا پابند ہو، اور پھر اسے یہاں دل بستگی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اپنے وطنِ اصلی کی طرف واپسی کے لئے ہمہ وقت بے چین رہے، یہاں شترِ بے مہار کی سی زندگی گزارنا اور یہاں کی زندگی سے دل لگا کر بیٹھ جانا کسی مؤمن کے شایانِ شان نہیں۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

یہ چیز ایک ایسے کافر ہی کو زیب دیتی ہے جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا، اور جو اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہوئے:

”بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“

کے نظریے پر ایمان رکھتا ہے، دُنیا کی فانی لذات پر ریجھتا ہے، اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز کئے بغیر یہاں کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے سودا میں مبتلا ہوجانا ایک ایسی حماقت ہے جو کسی مؤمن سے سرزد نہیں ہونی چاہئے، گویا اس حدیثِ پاک میں اہلِ ایمان کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ دُنیا کو قید خانہ سمجھیں، یہاں دل نہ لگائیں، بلکہ اَحکامِ الٰہیہ کی پابندی کرتے ہوئے وطنِ اصلی کی تیاری میں مشغول رہیں۔

دُنیا میں چار آدمیوں کی مثال

ترجمہ:... ”حضرت ابوکبشہ اَنماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں، اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے اچھی طرح ذہن میں بٹھالو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کہ جن تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں، ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ) بندے کا مال صدقہ کرنے سے کبھی کم نہیں ہوتا، (کیونکہ صدقے کی بدولت اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور بہت سی آفات جن میں بے دریغ مال صَرف ہوتا، ان سے آدمی محفوظ ہوجاتا ہے، اور پھر صدقے کی بدولت نہ صرف دُنیا میں اس کے مال میں برکت ہوتی ہے بلکہ آخرت میں اسے سات سو گنا تک بدلہ بھی ملے گا)

(جاری ہے)

مولانا سعید احمد جلال پوری

اداریہ

یہودی جارحیت...

مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

یہودی روز اول سے عیسائیوں اور مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہے ہیں، اور اب ان کی سازشیں دن بدن تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہیں۔ بلاشبہ یہودی جس طرح عیسائیوں کے دشمن تھے، ٹھیک اسی طرح وہ مسلمانوں کے بھی ازلی دشمن تھے۔ جس طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں تھے، اس سے کہیں زیادہ وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے خار کھاتے تھے، انہوں نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور ان کو سولی پر چڑھانے کے ناپاک منصوبے بنائے تھے، کہیں اس سے زیادہ شدت کے ساتھ انہوں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی راہ سے ہٹانے کے ناپاک منصوبے بنائے، اور نت نئی سازشیں کیں، چنانچہ کبھی انہوں نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تو کبھی دیوار پر سے بھاری پتھر گرا کر آپ کو شہید کرنے کے خواب دیکھے، مگر ہمیشہ وہ اپنی سازشوں میں ناکام ہی رہے۔

تاہم جب عہد نبوی میں ان کی سازشیں حد سے بڑھنے لگیں تو ان کو جزیرۂ عرب سے نکال دینے کا حکم صادر ہوا اور ان پر ذلت و مسکنت کا تمغہ سجا کر جزیرۂ عرب سے یک بنی و دو گوش نکال دیا گیا، یہ اسی ذلت ہی کا اثر تھا کہ عہد نبوی سے لے کر چودھویں صدی تک پورے ساڑھے تیرہ سو سال وہ دنیا میں مارے مارے پھرتے رہے، مگر ان کو کہیں کوئی ٹھکانہ میسر نہ آسکا، اس دوران وہ کسی نہ کسی سپر طاقت کے رحم و کرم پر تو رہے، مگر پوری دنیا میں اور روئے زمین پر ان کا کوئی مرکز اور حکومت نہ تھی، دیکھا جائے تو یہودی اس دوران ہمیشہ عیسائی دنیا کے کاسہ لیس اور اپنے وجود و بقا کے لئے کوشاں رہے۔ دوسری جانب عیسائی دنیا بھی ان کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتی رہی۔ تاآنکہ ۱۹۴۸ء میں عیسائی دنیا نے یہودیوں کو حق الخدمت اور ان کی کاسہ لیسی کے عوض انبیاء کی سرزمین، قبلہ اوّل اور عرب دنیا کے وسط میں بسانے اور آباد کرنے کا تہیہ کرلیا، چنانچہ دنیائے عرب کے وسط، ارض مقدس، قبلہ اوّل اور انبیاء کی زمین، فلسطین میں اسرائیل کے نام پر ایک یہودی اسٹیٹ قائم کردی گئی، دیکھا جائے تو وسط عرب میں اسرائیلی اسٹیٹ قائم کرکے اسلام دشمنوں نے ایک تیر سے دو شکار کئے، چنانچہ اس کے ذریعہ ایک طرف

اگر انہوں نے اپنے جدی پشتی یہودی غلاموں کی کاسہ لیسی اور خدمت کا بدلہ چکایا تو دوسری طرف انہوں نے مسلمانوں کی ناک میں نکیل ڈالنے اور عرب دنیا کو قابو رکھنے کا انتظام بھی کرلیا۔

چنانچہ عیسائی دنیا کے چوہدری اور ملعون امریکا کے بغل بچہ اسرائیل نے اپنی پیدائش کے دن سے امریکی مفادات کی حفاظت کا جو تہیہ کیا تھا، آج بھی وہ اس پر نہ صرف قائم ہے بلکہ اس کی شیطنت و بدمعاشی روز افزوں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر حملہ بولتا ہے تو کبھی شام پر، کبھی وہ نہتے فلسطینیوں پر بارود برساتا ہے تو کبھی پناہ گزین فلسطینی کیمپوں پر، اب تک ملعون اسرائیل، عربوں اور نہتے فلسطینیوں کی آبادیوں کی آبادیاں اجاڑ چکا ہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں معصوموں کا خون بہا چکا ہے، لیکن اے کاش کہ اس کے سامنے کوئی بند باندھنے کے لئے تیار نہیں۔

یوں تو دنیا بھر میں درجنوں انسانی حقوق کی تنظیمیں ہیں، اور اگر کہیں کسی غیر مسلم چوڑھے چمار کو کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں اور انسانی حقوق کی دہائی دینے لگتی ہیں، دوسری طرف اگر کوئی مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو نہ صرف مسلمانوں کے حق میں ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، بلکہ الٹا امریکا سمیت سب مل کر مسلمانوں کو ہی جارح اور دہشت گرد باور کرانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

یوں تو اسرائیل کی عربوں اور خصوصاً فلسطینی عوام اور استفاضہ کے خلاف جارحیت کوئی نئی بات نہیں، تاہم اس بار ۲۷/دسمبر ۲۰۰۸ء سے شروع ہونے والی اسرائیلی جارحیت ظلم و تشدد کی بدترین مثال ہے، جس کا شکار عام شہری، معصوم بچے، بوڑھے اور خواتین ہیں۔

مگر بایں ہمہ ملعون امریکا کا یہ کہنا ہے کہ ''اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے'' گویا اس وقت اسرائیل نہتے فلسطینی مسلمانوں کے خلاف جس ظلم و تشدد کا مظاہرہ کر رہا ہے اور ان کو جس بے باکی اور بے رحمی سے تہہ تیغ کر رہا ہے وہ اس کا حق ہے، اور فلسطینی مسلمان نعوذ باللہ اس کے مستحق ہیں اور ان پر آگ و آہن کی بارش اور بارود کا استعمال جائز ہے۔

یہودی و عیسائی دنیا اور امریکا سے ہمیں کوئی شکایت نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں، افسوس تو مسلمان ممالک اور ان کے نام نہاد مسلم سربراہوں پر ہے، جو اسلام اور مسلمانوں کے مفادات اور حقوق کی حفاظت کے دعویدار ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اپنی قوت و طاقت کو استعمال کرنے کی بجائے محض مذمتی بیانات پر اکتفا کئے ہوئے ہیں۔

اس وقت اگر مسلم دنیا کے ۵۲ ممالک اور ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان امریکا ملعون اور اس کے بغل بچہ اسرائیل کے خلاف یکجا ہو کر اٹھ کھڑے ہوں تو امریکا اور اس کے حواریوں کی مجال نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جارحیت کا مظاہرہ کرسکیں۔

مسلمان ممالک، خصوصاً عرب حکمران اور وہاں کی عوام اگر اپنی خداداد نعمت تیل اور سونے کے ذخائر کو ہتھیار کے طور پر اسلام دشمنوں کے خلاف استعمال کریں اور اپنی دولت امریکا اور دوسرے غیر مسلم ممالک سے نکال کر اپنے اپنے ممالک میں واپس لے آئیں تو امریکا اور اس کے حواریوں کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔

لہٰذا اس وقت مسلمانوں کو چاہئے کہ جس طرح اسلام دشمن اپنے ہم مذہب یہودی اور عیسائیوں کے مفادات کے لئے متحد ہیں، وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے لئے متحد ہو کر ان کی راہ روکیں، ورنہ اگر مسلمان اسی طرح اختلاف، انتشار کا شکار رہے تو ایک ایک کرکے اسلام دشمن سب کو ہڑپ کر جائیں گے۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلم عوام، فلسطینی بھائیوں کی حمایت اور اسرائیلی جارحیت کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ بحمداللہ! پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں بھرپور احتجاج ہو رہے ہیں۔ بلاشبہ عوام تو اپنا احتجاج ہی ریکارڈ کرا سکتی ہے۔ تاہم جس قدر ہو سکے اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کی بھرپور مدد کی جائے، انہیں کھانے پینے کی اشیاء و علاج اور دوسری ضروریات مہیا کی جائیں اور کہیں اس سے زیادہ ضروری ہے کہ ان کی مظلومیت کا مداوا کیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

پہلی قسط

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے اور سازشیں

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت صرف ۲۳ سال ہے، جن میں سے ابتدائی تین سال تو انتہائی خفیہ تبلیغ کے ہیں، باقی بیس سال میں اس محسن انسانیتؐ پر کم و بیش اٹھارہ مرتبہ قاتلانہ حملے یا آپ کو ختم کرنے کے لئے سازشیں ہوتی رہیں، ان میں سے دس حملے یا سازشیں تو مشرکین مکہ سے تعلق رکھتی ہیں، تین یہود سے، تین بدوی قبائل سے، ایک منافقین سے اور ایک شاہ ایران خسرو پرویز سے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لے رکھی تھی، لہٰذا دشمن کی ہر تدبیر ناکام ہوتی رہی اور بالآخر اللہ کی تدبیر ہی غالب ہوئی اور اسلام کو باقی تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگیا، اسلام کے سارے دشمن مل کر بھی نہ اسلام کو ختم کرسکے اور نہ پیغمبر اسلام کو، دنیا کی تاریخ میں شاید آپ کو کوئی دوسری ہستی نہ مل سکے گی جس کو ختم کرنے کے لئے اتنی کثیر تعداد میں حملے اور سازشیں کی گئی ہوں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی اس ذمہ داری کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپؐ دشمنوں کے ہر طرح کے شر سے محفوظ و مامون رہے بلکہ آپ زندگی بھر ان کی طرف سے دکھ اور ایذائیں سہتے رہے، البتہ وہ آپ کو جان سے ختم نہ کرسکے، پھر اس ذمہ داری کی اطلاع بھی آپ کو زندگی کے آخری دور میں دی گئی۔ "واللہ یعصمک من الناس" سورۂ مائدہ کی آیت ہے جو مدنی دور کی آخری سورتوں میں سے ہے اور ترتیب نزولی کے لحاظ سے اس کا نمبر ۱۱۲ ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہر موقع پر احتیاطی تدابیر سے کام لینا پڑتا تھا اور اذیت بھی برداشت کرنا پڑتی تھی، بعض اوقات آپ کو دشمن کے مذموم ارادہ کی اطلاع بذریعہ وحی ہوجاتی تھی اور جب اس سے بچاؤ اور مدافعت آپ کے بس سے باہر ہوتی تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد شامل ہوجاتی اور آپ کی جان کے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی ذریعہ پیدا ہوجاتا تھا، ذیل میں ایسے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱: آپؐ کی جان بچانے والے کی شہادت

کوہ صفا پر اپنے اقرباء کو دعوت دینے کے بعد جب آیت: "فاصدع بما تؤمر" (۹۴:۱۵) ... آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ کر گزریے ... نازل ہوئی تو آپؐ نے حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان فرمایا۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد چالیس، پینتالیس سے زیادہ نہ تھی اور وہ چھپ چھپا کر وقت گزار رہے تھے۔ کفار کے نزدیک آپؐ کا یہ اعلان مشرکین مکہ کی سب سے بڑی توہین کے مترادف تھا، چنانچہ دفعتاً ایک ہنگامہ بپا ہوگیا اور ہر طرف سے لوگ آپؐ پر پل پڑے، آپؐ کے ربیب (حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے خاوند سے بیٹے) حارث بن ابی ہالہ گھر میں موجود تھے، انہیں خبر ہوئی تو دوڑتے ہوئے آئے اور آپؐ کو بچانا چاہا، اب ہر طرف سے ان پر تلواریں پڑنے لگیں اور وہ شہید ہوگئے۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون ہے جو بہایا گیا۔

۲: ابوجہل کا ارادہ قتل

یہ واقعہ مختصراً یوں ہے کہ ایک دن ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ:

"میں نے اللہ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ کسی وقت جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ میں جائیں تو بھاری پتھر سے ان کا سر کچل دوں، تاکہ یہ روز کا جھگڑا ختم ہو، اس کے بعد چاہے تم لوگ مجھے بالکل بے یار و مددگار چھوڑ دو کہ بنو عبد مناف مجھ سے جیسا جی چاہے سلوک کریں اور چاہے تو میری حفاظت کرو۔"

اس کے ساتھیوں نے کہا:

"واللہ! ہم تمہیں بے یار و مددگار نہ چھوڑیں گے، لہٰذا تمہارا جو جی چاہے کر گزرو۔"

اس تجویز کے مطابق ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر کعبہ میں پہنچا اور مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا، چنانچہ جب آپ سجدہ میں گئے تو ابوجہل پتھر لے کر آپؐ کے قریب پہنچا، مگر یکدم خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگا، اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ پتھر کو بھی مشکل سے ہی نیچے رکھ سکا، اس کے ساتھی بڑے متعجب تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے، انہوں نے پوچھا: ابوالحکم! یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ کہنے لگا:

"جب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھ رہا تھا تو ایک مہیب شکل کا اونٹ مجھے نظر آیا، بخدا میں نے کسی اونٹ کی ایسی ڈراؤنی کھوپڑی، گردن اور ایسے

ذرا تھے دانت کبھی نہیں دیکھے، وہ اونٹ
مجھے نگل جانا چاہتا تھا اور میں نے مشکل
سے پیچھے ہٹ کر اپنی جان بچائی تھی۔"

۳: عقبہ بن ابی معیط کا ارادۂ قتل

عقبہ بن ابی معیط ہر وقت اس تاک میں رہتا تھا کہ آپ کا گلا گھونٹ کر آپ کا کام تمام کردے اور ایسا موقع مشرکین کو اس وقت میسر آتا تھا جب آپ کعبہ میں نماز ادا کررہے ہوں، حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سخت ایذا پہنچائی وہ کیا تھی؟ تو انہوں نے اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کیا کہ: آپ کعبہ میں نماز ادا کررہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور اپنی چادر آپؐ کے گلے میں ڈال کر اسے قدر بل دیئے کہ آپ کا گلا گھٹنا شروع ہوگیا، آنکھیں باہر آگئیں اور قریب تھا کہ آپ کا کام تمام ہوجاتا کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آن پہنچے، انہوں نے زور سے عقبہ کو پرے دھکیل کر آپ کو چھڑا دیا اور فرمایا:

"کیا تم ایک شخص کو محض اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے درآنحالیکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔" (۴۰:۲۸)

اور حضرت اسماءؓ کی روایت میں مزید تفصیل یہ ہے کہ: جب عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر زور سے گھونٹا تو آپؐ کے منہ سے چیخ نکل گئی کہ: "اپنے ساتھی کو بچاؤ" آپ کی یہ چیخ سن کر ہی حضرت ابوبکرؓ آپ کی مدد کے لئے آئے تھے اور جب حضرت ابوبکرؓ نے عقبہ کو دھکیل کر پرے ہٹا دیا تو مشرکین حضرت ابوبکرؓ پر حملہ آور ہوگئے اور جب حضرت ابوبکرؓ واپس لوٹے تو ان کی اپنی یہ کیفیت تھی کہ ہم ان کی چوٹی کا جو بال بھی چھوتے تھے وہ ہماری چٹکی کے ساتھ چلا آتا تھا۔

۴: حضرت عمرؓ کا اسلام لانے سے قبل آپؐ کے قتل کا ارادہ

ایک مرتبہ مشرکین مکہ کعبہ میں بیٹھے پیغمبر اسلام کی لائی ہوئی افتاد سے نجات حاصل کرنے کے سلسلہ میں غور وفکر کررہے تھے کہ حضرت عمرؓ جوش میں آکر کہنے لگے کہ میں ابھی جاکر یہ جھنجھٹ ختم کئے دیتا ہوں، چنانچہ ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر اس ارادہ سے نکل کھڑے ہوئے، راہ میں ایک مسلمان نعیم بن عبداللہؓ ملے، انہوں نے پوچھا: عمر! آج کیا ارادے ہیں؟ کہنے لگے: تمہارے پیغمبر کا کام تمام کرنے جاتا ہوں، نعیمؓ کہنے لگے: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہوچکے ہیں، حضرت عمرؓ نے اسی غصہ کی حالت میں ان کے گھر کا رخ کیا، دروازہ بند تھا، اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی تھی اور حضرت خبابؓ بن الارت انہیں قرآن کی تعلیم دے رہے تھے، آپ نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا، انہوں نے دروازہ کھولا تو حضرت عمرؓ نے بے تحاشا اپنے بہنوئی کو پیٹنا شروع کردیا، ان کی بہن فاطمہ آڑے آگئیں تو اسے بھی مار مار کر لہولہان کردیا، فاطمہ کہنے لگیں: عمر! اگر تم ہمیں مار بھی ڈالو تو بھی ہم اسلام کو چھوڑ نہیں سکتے، بہن کی اس بات پر آپ کا دل پسیج گیا، کہنے لگے: اچھا مجھے بھی یہ کلام سناؤ، قرآن سننے کے بعد آپ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی، وہاں سے اٹھے اور سیدھے دار ارقم کی طرف چل پڑے، گو تلوار بدستور گردن میں حمائل تھی مگر ارادہ بدل چکا تھا، دار ارقم پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا مسلمانوں نے دروازے سے دیکھا کہ عمر تلوار سنبھالے دروازے پر کھڑے ہیں، جس سے مسلمان کچھ سہم گئے، حضرت حمزہؓ وہاں موجود تھے، کہنے لگے کہ دروازہ کھول دو، اگر عمر کسی برے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا، چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور عمر کا دامن کھینچ کر پوچھا: عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے بڑے ادب سے کہا کہ اسلام لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ چنانچہ سب کے سامنے آپ نے کلمہ پڑھا تو سب مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، گویا حضرت عمرؓ کا ارادۂ قتل ہی آپ کے اسلام لانے کا سبب بن گیا۔

آپؐ کے قتل کی اجتماعی کوششیں

۵: مقاطعہ شعب ابی طالب

اس مقاطعہ کا تذکرہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے ملتا ہے، جس میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس معاشرتی بائیکاٹ کا اصل محرک ابوجہل تھا اور اس مقاطعہ کی شرائط یہ تھیں کہ بنو ہاشم اور بنو عبد مناف سے نہ کوئی لین دین کیا جائے، نہ بول چال رکھی جائے گی اور نہ ہی رشتہ ناطہ کیا جائے گا، تاآنکہ یہ لوگ مجبور ہوکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالہ نہ کردیں۔

یہ یکطرفہ تحریر وادی محصب میں جمع ہوکر لکھی اور کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کردی گئی، اب اس حوالگی کا مطلب تو سب جانتے ہیں کہ اس سے مشرکین مکہ کی مراد اسلام اور پیغمبر اسلام سب کو ختم کردینا تھا، تین سال کے صبر آزما اور پُرمشقت دور کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس تدبیر کو بھی ناکام بنادیا۔

۶: قتل کے ارادہ سے ابوطالب سے سودا بازی

جب قریشی سرداروں کو یہ یقین ہوگیا کہ ابو طالب اپنے بھتیجے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت سے کسی صورت بھی دستبردار ہونے کو تیار نہیں تو انہوں نے ایک نہایت گھناؤنی سازش سے حضرت ابو طالب کو فریب دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی اسکیم تیار کی، چند قریشی سردار مکہ کے رئیس اعظم ..... مغیرہ کے بیٹے عمارہ کو ہمراہ لے کر ابوطالب کے پاس پہنچے اور کہا:

"یہ قریش کا سب سے بانکا اور خوبصورت نوجوان ہے، آپ اسے اپنی کفالت میں لے لیں اور اپنا متبنیٰ بنالیں، اس کی دیت اور نصرت کے آپ حق دار ہوں گے اور اس کے عوض آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کردیں، جو ہمارے آباؤ اجداد

کے دین کا مخالف اور ان کو احمق قرار دیتا ہے اور قوم کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے، ہم اسے قتل کر دینا چاہتے ہیں اور یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا حساب ہے۔"

ابوطالب کہنے لگے:

"واللہ! یہ کتنا برا سودا ہے، جس کی تم مجھے ترغیب دینے آئے ہو، تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے بیٹے کو کھلاؤں، پلاؤں اور پالوں پوسوں اور اس کے عوض تم میرا بیٹا مجھ سے لے کر اسے قتل کر دو۔ واللہ! یہ ناممکن ہے۔"

اس پر مطعم بن عدی ابوطالب سے کہنے لگا:

"بخدا تم سے تمہاری قوم نے انصاف کی بات کہی ہے مگر تم تو کسی بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔"

ابوطالب کہنے لگے:

"بخدا یہ انصاف کی بات نہیں ہے، بلکہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالفین سے مل گئے ہو، اگر ایسی ہی بات ہے تو ٹھیک ہے جو چاہو کرو۔"

ابو طالب کے اس جواب سے مایوس ہو کر قریش کا یہ مجمع منتشر ہو کر چلا گیا۔

۷: وہ مشورۂ قتل جو ہجرت کا سبب بنا

اس مجلس مشاورت میں ابلیس خود بھی شامل ہوا تھا اور طے یہ پایا تھا کہ مختلف قبائل کے گیارہ آدمی آپ کے گھر کا محاصرہ کریں اور جب آپ صبح گھر سے نکلیں تو یکبارگی حملہ کر کے آپ کا خاتمہ کر دیں، اس مشاورت کی اطلاع بھی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو دے دی، لہٰذا نہایت خفیہ طور پر ہجرت کر کے آپ ان کفار و مشرکین مکہ کے شر سے بال بال بچ گئے اور ان لوگوں کا یہ منصوبہ بھی ناکام ہو گیا۔

۸: ہجرت کے بعد گرفتاری یا قتل پر سو اونٹ انعام کی پیشکش

اس بھاری انعام کے لالچ میں لوگ فرداً فرداً بھی اور ٹولیاں بن کر آپ کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے، ایک ٹولی تو نقوش پا کا سراغ لگاتے لگاتے غار ثور کے دہانہ تک بھی پہنچ گئی، وہ اس قدر قریب ہو گئے تھے کہ اگر وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھتے تو آپ اور حضرت ابوبکرؓ پر نظر پڑ سکتی تھی، اس موقع پر بھی صبر و ثبات کے اس پیکر اعظم میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی، انفرادی طور پر تعاقب کرنے والوں میں سراقہ بن مالک کا واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس نے فی الواقع آپ کو جا لیا تھا، مگر قریب پہنچنے سے پیشتر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، پھر دوسری بار اور پھر تیسری بار بھی ٹھوکر کھائی، سراقہ سمجھ گئے کہ اس کی خیر اسی میں ہے کہ وہ ان کے قریب نہ جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر جو سراقہ کو دیکھا تو دعا کی: "اے اللہ! اسے گرا دے" چنانچہ اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔

۹: عمیر بن وہب جمحی کا مشورۂ قتل، ۲ ہجری

عمیر بھی ان شیاطین میں سے تھا جو آپ کو اذیتیں پہنچانے میں پیش پیش تھے، جنگ بدر میں اس کا بیٹا وہب گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں چلا گیا تو یہ شخص غصے سے بے تاب ہو گیا اور انتقام لینے کا تہیہ کر لیا، ایک دن عمیر نے حطیم میں بیٹھ کر صفوان بن امیہ کے کنویں میں پھینکے جانے والے مشرک مقتولین کی افتاد کا ذکر کیا، تو صفوان کہنے لگا: واللہ! اب تو جینے کا کچھ مزہ نہیں، عمیر کہنے لگا:

"اگر میرے سر پر قرض نہ ہوتا اور میرے اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کے پاس جا کر اسے قتل کر ڈالتا۔"

صفوان کہنے لگا: تمہارے قرض کی ادائیگی بھی میرے ذمہ رہی اور بال بچوں کی نگہداشت بھی، اگر میرے پاس کچھ کھانے کو ہوتا تو انہیں بھی ضرور ملے گا، عمیر نے کہا: اچھا! پھر اس بات کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا، اور صفوان نے اس کا اقرار کر لیا۔

اب عمیر نے اپنی تلوار کو زہر آلود کرایا اور مدینہ جا کر مسجد نبوی میں پہنچ گیا، حضرت عمرؓ نے آپ کو اطلاع دی کہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب گلے میں تلوار حمائل کئے آیا ہے اور آپ سے ملاقات کی اجازت چاہتا ہے، آپ نے فرمایا: "اسے آنے دو"۔

تاہم حضرت عمرؓ نے از راہ احتیاط اس کی تلوار کا پرتلا لپیٹ کر پکڑ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا: "اس کی تلوار چھوڑ دو" پھر عمیر سے پوچھا: "بتلاؤ کیسے آنا ہوا؟" عمیر کہنے لگا: میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے، آپ احسان فرما دیجئے۔

آپ نے فرمایا: "اگر یہی بات ہے تو پھر تلوار کیوں حمائل کر رکھی ہے؟" کہنے لگا: یہ تواریں پہلے بھلا کس کام آئیں؟ آپ نے فرمایا: "ٹھیک ٹھیک بات بتلاؤ، ادھر ادھر کی مت ہانکو۔"

اور پھر جب عمیر نے وہی پہلی بات دہرا دی تو آپ نے فرمایا: "بات یہ نہیں، بلکہ تم مجھے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہو تم نے اور صفوان بن امیہ نے حطیم میں بیٹھ کر یہ مشورہ کیا، صفوان نے تمہارے قرض اور بال بچوں کی نگہداشت کی ذمہ داری قبول کی اور تم مجھے قتل کرنے یہاں آ گئے، لیکن یاد رکھو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔"

عمیر کو خیال آیا کہ یہ معاملہ ایسا تھا کہ جس کا صفوان کے علاوہ کسی کو بھی علم نہ تھا، اسے کس نے بتلایا؟ یقیناً یہ نبی ہی ہو سکتا ہے، اس خیال کے آتے ہی اس نے آپ کے سامنے کلمہ شہادت کا اقرار کیا، اور مسلمان ہو گیا، آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"اپنے بھائی کو دین سمجھاؤ، قرآن پڑھاؤ اور اس کے بیٹے کو آزاد کر دو۔"

ادھر صفوان نے مکہ میں مشہور کر رکھا تھا کہ میں عنقریب تم لوگوں کو ایک خوشخبری سناؤں گا، مگر اس کے بجائے جب اسے عمیر کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی تو غصہ سے جل بھن گیا اور اس نے قسم کھائی کہ آئندہ وہ عمیر سے نہ کوئی بات کرے گا، نہ ہی اسے کسی قسم کا نفع پہنچائے گا۔ عمیرؓ اسلام سیکھ کر چند دن بعد مکہ آئے اور یہاں آ کر دعوت کا کام شروع کر دیا اور ان کے ذریعہ بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔

(جاری ہے)

نگاہِ نبوّت کی فیاضی

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اکابرین علمائے دیو بند کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''متقدمین کا قافلہ جارہا تھا، اس میں سے چند قدسی روحیں پیچھے رہ گئیں، اللہ رب العزت نے اس دور میں ان کو پیدا فرمادیا، تاکہ متاخرین کو متقدمین کے نمونے کا پتہ چل سکے۔''

شاہ جیؒ کے اس فرمان کے پیچھے یہ حقیقت پنہاں ہے کہ بزرگان دیو بند کے قلوب عشق نبوی میں دھڑکتے تھے، یوں لگتا ہے کہ ان حضرات نے اتباع سنت نبوی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا، ان حضرات نے اپنے مقام پر رہ کر سنت کی پیروی کو حرز جاں بنایا ہوتا تھا اور جب انہیں بارگاہ رسالتؐ میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا تو وہ آداب نبوی کی ایسی بے نظیر مثالیں قائم کرتے تھے کہ ان کو پڑھ کر آج بھی قارئین پر رقت طاری ہوجاتی ہے۔

جب ادھر سے اطاعت وفرمانبرداری کا یہ عالم تھا تو پھر بارگاہ رسالت سے بھی مکاشفات ومنامات کی صورت میں ان کی خوب حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ اسے ... نگاہ نبوت کی فیاضی ... سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے، زیر نظر مضمون میں دربار رسالت سے ہونے والی نظر عنایت کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

☆...... بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک مرتبہ حج کو جاتے ہوئے بچ لاسہ (ضلع انبالہ) کے ایک باکمال بزرگ راؤ عبداللہ شاہؒ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے عرض کیا: حضرت! میرے لئے دعا فرمایئے؟ اس پر راؤ عبداللہ شاہؒ نے فرمایا بھائی! میں تمہارے لئے کیا دعا کروں، میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(ارواح ثلاثہ ص:۱۹۳)

☆...... دیوان محمد یاسین صاحب دیو بندی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خدام میں سے تھے، نہایت دردناک آواز میں ذکر کرتے اور بہت رُلاتے تھے، فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں چھتہ کی مسجد میں شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مشغول تھا،

محمد حنیف نقشبندی

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ مسجد کے صحن میں شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رخ میرے ہی قلب کی جانب تھا، اسی اثنا میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد نہیں ہے، بلکہ ایک عظیم الشان نور اور روشنی ہے جو آسمان تک فضا میں پھیلی ہوئی ہے، یکایک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چاروں خلفاء کونوں پر موجود ہیں، وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آکر مسجد میں ٹھہر گیا اور حضرت امام الانبیاءؐ نے خلفاء میں سے ایک سے فرمایا: ''بھائی! ذرا مولانا محمد قاسم کو بلالو'' وہ تشریف لے گئے اور مولانا کے ہمراہ آئے، امام الانبیاءؐ نے ارشاد فرمایا: مولانا! مدرسہ کا حساب لایئے، عرض کیا: جی حاضر ہے اور یہ کہہ کر حساب بتانا شروع کردیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی، بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا: اچھا مولانا! ہم کو اب اجازت ہے، مولانا نے عرض کیا: جو مرضی مبارک ہو، اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف رجوع کرتا ہوا نظروں سے غائب ہوگیا۔

(حکایت اولیا، از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، ص:۳۳۵)

☆...... حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو بارگاہ رسالت میں اتنا بلند مقام حاصل تھا کہ ایک مرتبہ بنگلہ دیش کے دارالخلافہ ڈھاکہ کے ایک بزرگ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اشرف علی کو میرا سلام پہنچانا، وہ حضرت تھانویؒ سے واقف نہ تھے، اس لئے عرض کیا: حضور! میں ان سے ناواقف ہوں، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ظفر کے ذریعے، اس سے مراد مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تھے جو حضرت تھانویؒ کے حقیقی بھانجے تھے وہ بزرگ ان سے واقف بھی تھے، اس وقت مولانا ظفر احمد عثمانی ڈھاکہ میں ہی مقیم تھے، چنانچہ صبح ہوتے ہی انہوں نے اس خواب کی مولانا ظفر احمد صاحب کو خبر دی، جو انہوں نے حضرت تھانویؒ تک پہنچائی۔ جب حضرت تھانویؒ کو یہ مژدہ جانفزا پہنچا تو آپ پر فرط ادب ومسرت سے ایک ذہنی کیفیت طاری ہوگئی اور زبان سے بے ساختہ نکلا!... و علیک

السلام یا نبی اللہ... اور اس دن کے تمام معمولات موقوف کر کے سارا دن درود شریف پڑھنے میں مشغول رہے۔ (سیرت اشرف ص:۵۲۷)

☆......مولانا قاری محمد طیبؒ لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے اٹھارہ برس حرم نبویؐ میں بیٹھ کر خود صاحب کتاب وسنت (نبی کریم ﷺ) کے پاس اور ان کے زیر نظر رہ کر درس کتاب وسنت دیا، جس سے مشرق ومغرب کے ہزارہا عوام وخواص اور علماء وفضلاء مستفید ہوئے اور حجاز و شام، مصر وعراق اور ترک وتاتار وغیرہ تک آپ کے کمالات کا شہرہ پہنچ گیا۔ (مقدمہ شیخ الاسلام)

ایک دن آپ اردو اشعار کی ایک کتاب پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سامنے یہ مصرعہ آیا:

''ہاں اے حبیب! رخ سے ہٹا دو نقاب کو''

یہ مصرعہ آپ کو بہت اچھا لگا، چنانچہ آپ نے روضہ اطہر کے قریب پہنچ کر صلوٰۃ وسلام کے بعد نہایت بے قراری کے عالم میں یہ مصرعہ پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کر دیا، کچھ دیر کے بعد آپ کو اسی بیداری کی حالت میں نظر آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (نقش حیات، ج:۱، ص:۹۰)

☆......مشہور عالم اور بزرگ مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ نے بیان فرمایا کہ ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربار رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے قیام کے وقت مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضہ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے... وعلیکم السلام یا ولدی... کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا، اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا، مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے، دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کر دی تاکہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی تصدیق بھی کر لوں، تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سیّد حبیب اللہ مہاجر مدنیؒ کے فرزند ارجمند مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں... ابتداً انہوں نے خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد فرمایا: ''بے شک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے۔'' (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر، ص:۳۹)

☆......شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی حیات میں فیض باغ لاہور کے عبدالقادر رراج نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدام الدین کے دفتر میں تشریف فرما ہیں اور حضرت لاہوریؒ آپ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے ایک ساتھی کو پیش کیا جو مسلک کے بارے میں جھگڑا کرتا تھا اور دریافت کیا کہ امت کے موجودہ فرقوں میں سے کون سا فرقہ حق پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لاہوریؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے۔'' (خدام الدین ۲۳/فروری ۱۹۶۳ء)

☆......امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تقسیم ہند کے بعد سیاست سے الگ ہو کر خاتم النبیینؐ کی ختم نبوت کی حفاظت پر ہی کربستہ ہو گئے، چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں ملک بھر کے دورے کئے اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو بیدار کیا، یوں آپ قادیانیت کے لئے درۂ عمر فاروقؓ ثابت ہوئے۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ حج کے لئے تشریف لے گئے، ارادہ یہ تھا کہ اب پاکستان واپس نہیں آئیں گے، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، آپؐ نے ان سے فرمایا:

''یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے، پاکستان میں آپ کی ضرورت ہے، پاکستان میں جا کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا اسلام کہنا اور کہنا: ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضرا میں خوش ہوں، ڈٹے رہو، اس کام کو خوب کرو، میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔''

علاج شافی

اثر جون پوری

خناس بڑھ گیا تھا جو نیم سلوک سے — آخر علاج شافی ہوا اس کا بوٹ سے
دراصل ناگزیر ہے خاطر ہو بوٹ سے — چلتا نہیں کام جہاں صرف ہوٹ سے
دیتا رہا فریب زمانے کو مستقل — لیتا رہا وہ کام ہمیشہ ہی جھوٹ سے
مدہوش جام قوت بازو تھا آٹھ سال — نشہ اتر گیا ہے تکبر کا بوٹ سے
اب مثل سامری ہے وہ تصور لامساس — فرعون بن گیا تھا وہ قدرت کی چھوٹ سے
شیطان کے مثل چلتا ہے دوزخ کا راستہ — ہٹ جائے جو نبی آدمؑ کے روٹ سے
باہر ہی کا بھرم ہے وگرنہ میں سچ کہوں
اندر سے اتحادی گئے ٹوٹ پھوٹ سے

حضرت درخواستیؒ حج سے واپسی پر سیدھے ملتان پہنچے، شاہ جیؒ چارپائی پر تھے، حضرت درخواستیؒ نے خواب سنایا تو شاہ جیؒ تڑپ کر نیچے گر پڑے، کافی دیر کے بعد ہوش آیا، بار بار پوچھتے: درخواستی صاحب! میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا؟ حضرت درخواستیؒ کے ہاں میں جواب دینے پر پھر وجد کی حالت طاری ہوجاتی۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رسول خانؒ جو بہت بڑے محدث تھے نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہؓ میں تشریف فرما ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ایک سنہری طشت میں آسمان سے) ایک دستار مبارک لائی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبرؓ کو حکم دیا:

”اٹھو اور میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ کے سر پر باندھ دو، میں اس سے خوش ہوں کہ اس نے میری ختم نبوت کے لئے بہت سارا کام کیا ہے۔“ (تقاریر مجاہد ملت، ص:۷)

☆...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کو بارگاہِ نبوی میں اس قدر مقبولیت حاصل تھی کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر سعودی حکومت نے آپ کو مدینہ طیبہ میں سکونت اور اقامت کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالحفیظ نے صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا اور صحت کے لئے (دعا کی) درخواست کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان کے لئے تو ہم خود دعا کرتے ہیں، ان کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔“

پھر دعا وغیرہ میں مشغول ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک گلدستہ ہے جس میں مختلف قسموں کے دس بارہ پھول ہیں، ان میں سے ایک پھول ذرا بڑا اور ابھرا ہوا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑے پھول کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

”یہ (شیخ الحدیثؒ) ہمارے گلدستے کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہیں۔“

(بہجۃ القلوب، ص:۲۶) ☆

علامہ ڈاکٹر خالد محمود کو صدمہ

ممتاز عالم دین، پاکستان سپریم کورٹ کی شریعت بینچ کے رکن علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مانچسٹر کی اہلیہ محترمہ ۲۰/دسمبر ۲۰۰۸ء کو مانچسٹر میں قضائے الٰہی سے انتقال کرگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ڈاکٹر صاحب اپنے شعبہ قضا کی مصروفیات کے سلسلہ میں پاکستان تھے، اطلاع ملنے پر مانچسٹر کا سفر کیا اور نماز جنازہ خود پڑھائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا مفتی محمود الحسن نے علامہ صاحب اور ان کے اہل خانہ سے جماعت کی طرف سے تعزیت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کے بڑے صاحبزادے اور مرکزی شوریٰ کے رکن صاحبزادہ مولانا عزیز احمد نے علامہ صاحب سے فون پر تعزیت کی۔ حق تعالیٰ شانہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے ان کی خدمات حسنہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت نصیب فرمائے۔ حضرت امیر مرکزیہ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ، نائب امیر مرکزیہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور دیگر کارکنان ختم نبوت نے ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔

مولانا سیف الرحمٰن آرائیں صاحب کے والد کا سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد شوریٰ کے رکن اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم امتحانات مولانا سیف الرحمٰن آرائیں کے والد گرامی حاجی غلام رسول آرائیں مورخہ ۵/محرم ۱۴۳۰ھ کو ڈگری میں انتقال کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی صاحب نے پوری زندگی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستگی میں گزاردی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مجلس کے مبلغین کے لئے ان کا گھر مہربان گھرانہ تھا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماؤں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا احمد میاں حمادی، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا اسماعیل شجاع آبادی، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا قاضی احسان احمد اور محمد انور رانا نے حاجی غلام رسول کے انتقال پر ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی اور مولانا محمد نذ[illegible] نے ڈگری جاکر مولانا سیف الرحمٰن آرائیں، حبیب الرحمٰن اور دیگر حضرات سے تعزیت کی اور مر[illegible]ے مغفرت کی۔

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی

مرزا قادیانی کے خلاف
حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ کفر

۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک غالی فرقہ کی طرف سے ’’فتاویٰ قادریہ‘‘ کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی جسے لاہور کے ایک نشریاتی ادارہ ’’مکتبہ قادریہ‘‘ نے شائع کیا اور اسے پورے ملک میں پھیلایا گیا‘ بعض احباب کی وساطت سے یہ کتاب ہم تک بھی پہنچی۔ یہ کتاب درحقیقت تحریک آزادیٔ ہند کے عظیم جرنیل‘ فخر المجاہدین حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے جلیل القدر صاحبزادگان: حضرت مولانا محمد لدھیانوی‘ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی‘ حضرت مولانا عبد العزیز لدھیانوی اور حضرت مولانا اسماعیل لدھیانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف فتاویٰ جات کا مجموعہ ہے‘ جو انہوں نے اپنے والد گرامی قدر کے اسم گرامی کی طرف منسوب کرکے شائع کیا ہے۔

ان علمائے لدھیانہ کو یہ شرف وسعادت حاصل ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اولین فتویٰ کفر ان ہی کی طرف سے جاری ہوا‘ حالانکہ اس وقت اکثر وبیشتر علماء کرام مرزا قادیانی کے افکار ودعاوی سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے میں متردد تھے اور اس کے نظریات کے بارہ میں ٹھوس معلومات اور ثبوت نہ ہونے کی بناء پر فتویٰ کفر جاری کرنے سے گریزاں تھے‘ ان ہی محتاط ومتردد علماء میں قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز بھی شامل تھے۔

علمائے لدھیانہ کا فتویٰ اور حضرت گنگوہیؒ کا ابتدائی موقف

۱۳۰۱ ہجری (۱۸۸۴ء) میں جب مرزا قادیانی کی پہلی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ منظر عام پر آئی تو اس کی بعض غیر محتاط عبارات سے علماء کرام کا ایک گروہ چونک اٹھا اور ان کے دلوں میں مرزا قادیانی کے بارہ میں شکوک وشبہات سر اٹھانے لگے‘ اسی دوران مرزا قادیانی نے اپنے چند روزہ قیام لدھیانہ کے دوران کچھ عجیب قسم کے دعوے کردیئے‘ گویا وہ مامور من اللہ ہے‘ جس سے علماء کرام کا وہ گروہ مزید چوکنا ہوگیا اور اس نے مرزا قادیانی پر کفر وضلالت کا فتویٰ جاری کردیا۔ یہ فتویٰ جاری کرنے والے بھی علماء لدھیانہ تھے جو مرزا قادیانی کی کتاب اور اس کے زبانی دعوؤں سے نبوت ورسالت کی طرف اس کی غیر محسوس پیش قدمی بھانپ گئے۔

لدھیانہ کے بعض دیگر علماء مرزا قادیانی کے ان پوشیدہ مقاصد اور نبوت کی طرف اس کی خفیہ پیش رفت کا ادراک نہ کرسکے اور انہیں علماء لدھیانہ کا فتویٰ کفر ناگوار گزرا‘ چنانچہ وہ فتویٰ کفر دینے والے علماء کے خلاف شکایت لے کر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے علم وفہم کے مطابق حضرت گنگوہیؒ کو دو طرفہ صورت حال بتائی‘ حضرت گنگوہیؒ نے ان کا موقف سنا تو اس موقف کی روشنی میں فتویٰ دینے والے علماء لدھیانہ کی طرف ایک مکتوب جاری فرمایا‘ جس میں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ:

’’گو کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ کے بعض اقوال میں کچھ خلجان سا ہوتا ہے‘ مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے‘ لہٰذا آپ جیسے اہل علم سے تعجب ہے کہ ایسے امر متبادر المعانی کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم فرمایا‘ اگر تاویل قلیل فرماکر اس کو اسلام سے خارج نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟ تکفیر مسلم ایسا سہل امر نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو جھٹ کافر کہہ دیا جائے.... بہرحال تکفیر کسی وجہ اور شک پر جائز نہیں‘ اگر القائے شیطانی بھی ہو تو بھی ارتداد اور تکفیر کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوسکتی اور آپ کا یہ فرمانا کہ: اس کا دعویٰ انبیاء سے بڑھ کر ہے‘ یہ بیان میری سمجھ سے باہر ہے‘ کسی مسلمان کی تکفیر کرکے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذۂ اخروی سر پر لینا سخت نادانی ہے‘ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (مرزا قادیانی) کو کافر فاسق نہیں مانتا‘ اس کو مجدد وولی بھی نہیں کہتا‘ صالح مسلمان سمجھتا ہوں اور اگر کوئی پوچھے تو ان کے ان کلمات کی تاویل مناسب سمجھتا ہوں اور خود اس سے اعراض وسکوت ہے‘‘۔ (فتاویٰ قادریہ مطبوعہ لاہور)

حضرت گنگوہیؒ کا موقف‘ لدھیانہ سے آنے والے ان علماء کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے جو اس

وقت تک مرزا قادیانی کے بارہ میں حسن ظن رکھتے تھے اور فتویٰ دینے والے علماء لدھیانہ کی سخت گیری اور جلد بازی سے نالاں بھی تھے' ایسے حالات میں اصول فتویٰ کی حدود و قیود اور تکفیر مسلم کی حساسیت و نزاکت سے واقفیت رکھنے والے اصحاب علم وفہم اچھی طرح واقف و باخبر ہیں کہ فتویٰ میں کس قدر احتیاط لازم ہے' اس لئے اس وقت کے حالات و واقعات کے مطابق یہ حضرت گنگوہیؒ کا ایک انتہائی محتاط فتویٰ تھا' لیکن بعد میں جوں جوں مرزا قادیانی کے افکار و دعاوی کی اصل حقیقت حضرت گنگوہیؒ پر واضح و آشکارا ہوتی چلی گئی' ان کے مذکورہ مؤقف میں بھی نمایاں اور واضح تبدیلی آتی چلی گئی اور مرزا قادیانی سے متعلق ان کا فتویٰ رفتہ رفتہ سختی و شدت اختیار کرتا چلا گیا۔

تحقیق یا جہالت؟

بدقسمتی سے لاہور کے جس مکتبہ نے ''فتاویٰ قادریہ'' دوبارہ شائع کیا ہے' اس نے حقیقت پسندی کا ثبوت بالکل نہیں دیا' بلکہ بدترین مسلکی تعصب کا مظاہرہ کیا ہے' اس نے جوش تعصب میں ''فتاویٰ قادریہ'' کے خول سے نکل کر حضرت گنگوہیؒ کا مؤقف سمجھنے کی سرے سے کوشش ہی نہیں کی' اس نے مرزا قادیانی کے خلاف حضرت گنگوہیؒ کے دیگر تمام فتاویٰ کو (جن میں اس کے کفر و ضلالت کا فتویٰ دیا گیا تھا) کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ''فتاویٰ قادریہ'' کے مذکورہ فتویٰ کو ہی بنیاد بنا کر یہ تاثر قائم کر لیا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے تادم آخر مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ چنانچہ مذکورہ متعصب مکتبہ کی طرف سے جو ''فتاویٰ قادریہ'' شائع ہوا' اس کے آغاز میں ایک ورقی ابتدائیہ کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس میں ان کے ایک متعصب اسکالر جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ابو القاسم رفیق دلاوری اپنی کتاب ''رئیس قادیان'' جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ: آخر گنگوہیؒ صاحب نے بھی مرزا قادیانی کی تکفیر پر اتفاق کر لیا تھا جہاں تک ''فتاویٰ قادریہ'' کا تعلق ہے' اس سے اس اتفاق کا نشان تک نہیں ملتا' فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ایسا کوئی عنوان نہیں ہے اگر کوئی صاحب اس کی نشاندہی کریں تو تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کے قبول کرنے سے کوئی باک نہ ہوگا۔''

(ابتدائیہ' فتاویٰ قادریہ' مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

حیرت ہے کہ شرف قادری صاحب کو ۱۳۰۱ ہجری کا ایک فتویٰ تو مل گیا' جس پر انہوں نے بڑے طمطراق کے ساتھ اپنی ریسرچ کو فائنل اور حتمی قرار دے دیا اور اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی وفات (۸ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ) تک تقریباً ۲۲ سال کے طویل عرصہ میں ان کی طرف سے مرزا قادیانی کے خلاف جو کفر و ضلالت کے فتویٰ جاری ہوئے' وہ قادری صاحب کو کسی مارکیٹ یا لائبریری سے دستیاب نہ ہو سکے' ہماری عقل و دانش اس مفروضہ پر ایمان لانے کو قطعاً تیار نہیں کہ اپنے مکتب فکر کے ایک نامور محقق و اسکالر (جسے اپنی تاریخ پر بھی بہت ناز ہے کہ جو تاریخ سازی میں بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے) نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اس متفقہ ''فتویٰ کفر'' کا مشاہدہ و مطالعہ نہ کیا ہو جو ۱۸۹۲ء/۱۳۰۸ھ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے مرتب کیا تھا' اس میں مرزا قادیانی کے کفر پر حضرت گنگوہیؒ کے دستخط موجود ہیں اور پھر ہماری چھٹی حس یہ تسلیم کرنے پر بھی آمادہ نہیں کہ شرف قادری جیسے اسکالر نے اپنے اعلیٰ حضرت خان احمد رضا خان بریلوی کی دجل و تلبیس پر مبنی کتاب ''حسام الحرمین'' کے جواب میں فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی معروف و مشہور کتاب ''المہند علی المفند'' کا مطالعہ نہ کیا ہو' جس میں مرزا قادیانی کے خلاف حضرت گنگوہیؒ کے مطبوعہ فتویٰ کفر کا تذکرہ بصراحت موجود ہے' بہرحال خدا غارت کرے اندھی' گونگی' بہری عصبیت کا جو اچھے بھلے محقق کو بھی صم' بکم' عمی بنا دیتی ہے۔

فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی

جناب شرف قادری صاحب کی طرح بعض غیر مقلدین نے بھی حضرت گنگوہیؒ کے بارہ میں یہی غالیانہ اور متعصبانہ مؤقف اختیار کیا تھا' جس کا جواب ہم نے ۱۹۸۴ء میں ''فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی'' کے نام سے شائع کر دیا تھا' ہمارے ۸۰ صفحات کے اس رسالہ کو بے حد پذیرائی ملی۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ اور سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس سرہ العزیز نے اس رسالہ کو بہت پسند فرمایا' بلکہ حضرت لدھیانویؒ نے تو انتہائی شفقت و حسرت بھرے انداز سے فرمایا کہ: اس رسالہ کے ذریعہ حضرت گنگوہیؒ کے مرزا قادیانی کے خلاف متعدد فتوے میرے مطالعہ میں پہلی بار آئے ہیں' پہلے وہ میری نظر سے نہیں گزرے۔

ختم نبوت کانفرنس لندن کے موقع پر حضرت گنگوہیؒ کے مرزا قادیانی سے متعلق مؤقف کے بارہ میں ہم سے سوال ہوتے رہے' ہم نے ''المہند علی المفند'' مولانا بٹالویؒ کے متفقہ فتویٰ کفر' مرزا غلام احمد قادیانی اور بعض دیگر قادیانیوں کی تحریرات سے تو ان کا جواب دیا' لیکن یہ رسالہ اگر ہمیں پہلے مل جاتا تو ہم اس بارہ میں مزید مدلل جواب دے سکتے' بہرحال اس وقت چونکہ (اس وقت کے حالات و واقعات کی بنا پر) اس رسالہ میں معترضین کے لئے تنقیدی جوابات بھی

شامل تحریر تھے' جن کی موجودہ حالات میں ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے' اس لئے اب زیرنظر مضمون سے ہم نے وہ تمام تنقیدی بحثیں خارج کردی ہیں اور صرف حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ جات پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے بارہ میں حضرت گنگوہیؒ کا تحقیقی وفکری نکتہ نظر کھل کر سامنے آجائے۔

علمائے لدھیانہ کا جوابی مکتوب

علمائے لدھیانہ کے نام حضرت گنگوہیؒ کے مکتوب گرامی کے دو اقتباسات ہم گزشتہ سطور میں نقل کرچکے ہیں' جس میں حضرت گنگوہیؒ نے مرزا قادیانی سے متعلق معلومات کی روشنی میں اس کے بارہ میں اپنا نکتہ نظر بیان کیا ہے' اس کے جواب میں علماء لدھیانہ نے حضرت گنگوہیؒ کے نام اپنے مکتوب کے اندر لکھا کہ:

”ہماری رائے میں علماء کا ایسے موقع پر توقف کرنا' عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے' کیونکہ عوام تاویل کا نام تک نہیں جانتے' اسی بناء پر علمائے شریعت نے حسین بن منصور حلاج کو قتل کرادیا' حالانکہ اس سے کوئی ایسا کلمہ صادر نہ ہوا تھا جو قابل تاویل نہ ہو' آپ جیسے اہل فضل اور صاحب کمال سے تعجب ہوا کہ کلمات کفریہ کی تاویلات کے درپے ہوئے۔۔۔ مرزا غلام احمد کے حالات سے کما حقہ اطلاع حاصل کئے بغیر اس کو صالح مسلمان قرار دے دیا اور نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا۔“

(فتاویٰ قادریہ)

حضرت گنگوہیؒ کا مکتوب اور علماء لدھیانہ کا جوابی مکتوب دونوں ”فتاویٰ قادریہ“ کے علاوہ مؤرخ اسلام حضرت مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری رحمہ اللہ علیہ (تلمیذ رشید حضرت شیخ الہندؒ) کی شہرہ آفاق کتاب ”رئیس قادیان“ میں بھی شائع ہوچکے ہیں جو پہلے دو حصوں میں الگ الگ شائع ہوتی رہی اور اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے دونوں حصوں کو یکجا کرکے ایک ہی جلد میں شائع کردیا ہے' مذکورہ مکاتیب اس کے ص:۳۷۲ تا ۳۷۹ میں منقول ہیں۔ تفصیلی خطوط وہیں ملاحظہ کرلئے جائیں' ان دونوں مکتوبات کے اندر دو پہلو پوری طرح واضح ہیں۔

۱:- یہ کہ دونوں فریق فتویٰ کے ایک ایک احتیاطی پہلو پر عمل کا مظاہرہ کررہے ہیں' حضرت گنگوہیؒ اگر فتویٰ میں تکفیر مسلم (بلاثبوت وتحقیق) سے گریز کرکے احتیاطی پہلو پر عمل پیرا تھے تو علماء لدھیانہ عوام الناس کو مرزا قادیانی کے خودتراشیدہ دعووں کی گمراہی سے بچانے کے احتیاطی پہلو کو اختیار کئے ہوئے تھے اور اصحاب علم وفہم اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ فتویٰ کے اندر یہ دونوں پہلو بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

۲:- یہ کہ علماء لدھیانہ مرزا قادیانی کی ”براہین احمدیہ“ کا مطالعہ کرچکے تھے لدھیانہ کے اندر اس کے دعاوی سن چکے تھے اور اس کے طرز وطریق کافی حد تک جان چکے تھے' گویا وہ مرزا قادیانی کی شخصیت' اس کی تحریک' اس کے حالات وتعلیمات اور اس کے مقاصد سے پوری طرح واقف ہوچکے تھے' اس کے برعکس حضرت گنگوہیؒ کی معلومات مرزا قادیانی کے بارہ میں صرف شنیدہ حد تک تھیں اور دیدہ وشنیدہ میں فرق ہر ایک پر واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے بارہ میں مکمل معلومات حاصل ہونے کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر کو نہ صرف تسلیم کیا' بلکہ بھرپور طریقہ سے اس کی تائید وتصدیق بھی کی' یہاں تک کہ مرزا قادیانی کی مناظرانہ چیلنج بازیوں کا ناطقہ بند کردیا۔

علمائے لدھیانہ کی دارالعلوم دیوبند میں حاضری

حضرت گنگوہیؒ اور علماء لدھیانہ کے مابین مذکورہ خط وکتابت کے بعد اسی سال دارالعلوم دیوبند کا سالانہ جلسہ دستار بندی قریب آگیا' چنانچہ علماء لدھیانہ اس جلسہ میں شرکت کے لئے ۱۲جمادی الاول ۱۳۰۱ ہجری کو دیوبند پہنچے' جلسہ کے موقع پر حضرت گنگوہیؒ بھی (گنگوہ شریف سے) دیوبند تشریف لائے تھے اس موقع پر ملک بھر (متحدہ ہندوستان) سے بڑے بڑے علماء کرام بھی تشریف لائے ہوئے تھے' علماء لدھیانہ نے ان اکابر علماء کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کا کچھ حال بیان کیا اور انہیں مرزا قادیانی کے دعاوی ومقاصد کے بارہ میں تفصیلی حالات سے آگاہ کیا اور اس کی بعض تحریرات بھی بطور ثبوت دکھلائیں۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی وضاحت

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ' حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے فرزند ارجمند اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے شاگرد رشید تھے' قیام دارالعلوم دیوبند کے بعد دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے اور اپنی وفات (۳ربیع الاول ۱۳۰۲ھ) تک اس عظیم منصب پر فائز رہے' علماء لدھیانہ نے جب انہیں مرزا قادیانی کے بارہ میں تفصیلی حالات سے آگاہ کیا تو انہوں نے حالات سن کر فرمایا کہ:

”میں مرزا غلام احمد کو اپنی تحقیق میں ایک آزاد خیال لامذہب جانتا ہوں' چونکہ آپ (یعنی علماء لدھیانہ) قریب الوطن ہونے کی وجہ سے اس کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہیں' اس لئے آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا' اس کے علاوہ آپ نے اس شخص کی کتاب ”براہین احمدیہ“

پڑھی ہے اور میں نے اور مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی) نے اس کا مطالعہ نہیں کیا۔" (رئیس قادیان ص:۲۷۹،۳۸۰)

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی مذکورہ وضاحت کا ایک ایک جملہ فتویٰ کی اصولی احتیاط ظاہر کر رہا ہے اور وہ اصول فتویٰ کی روشنی میں برملا اس چیز کا اعتراف فرما رہے ہیں کہ علماء لدھیانہ چونکہ مرزا قادیانی کے بارہ میں معلومات کاملہ کی بنیاد پر اس کے خلاف فتویٰ کفر دے رہے ہیں اس لئے ہم ان کو منع نہیں کرتے۔ البتہ خود فی الوقت فتویٰ کفر اس لئے نہیں دیتے کہ ہم نے ابھی تک نہ تو "براہین احمدیہ" کا مطالعہ کیا' نہ مرزا قادیانی کے کلمات کفریہ خود سنے اور نہ ہی اس کے دعاوی باطلہ کی تحریرات ہماری نظر سے گزریں' البتہ علماء لدھیانہ کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر مولانا یعقوب نانوتویؒ نے مرزا قادیانی کے بارہ میں درج ذیل تحریری مؤقف ان کو ارسال کر دیا:

"یہ شخص (مرزا قادیانی) میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے' اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا' معلوم نہیں اس کو کسی روح کی اویسیت ہے مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے"۔ (رئیس قادیان ص:۳۸۰)

ہمارے خیال میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے زیادہ واضح مؤقف تحریر میں لانا ممکن نہ تھا' جو حضرت نانوتویؒ نے تحریر فرما دیا۔

حضرت گنگوہیؒ کی تائید

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے مذکورہ تحریری وضاحت حاصل کرنے کے بعد علماء لدھیانہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت نانوتویؒ کا مؤقف ان کے سامنے پیش کر دیا' اس پر

لوگ کہتے ہیں ہمیں ختم نبوت والے

ناز کیوں کر نہ کریں آپؐ سے نسبت والے
لوگ کہتے ہیں ہمیں ختم نبوت والے

جن کو ہے ختم نبوت کی حفاظت کا جنون
قسم اللہ کی یہی لوگ ہیں قسمت والے

قافلہ ختم نبوت کا ہے وہ جس میں ہیں سب
معرفت والے، یقیں والے، فراست والے

یہ کھلی بات ہے مرزائی ہیں غدار وطن
کیوں سمجھتے نہیں یہ بات حکومت والے

یاد تو ہوگا تمہیں قصۂ فرعون و کلیم
غرق جھوٹے ہوئے اور پار صداقت والے

تیرے دشمن سے ابھی لڑتا ہوا مر جائے
یہ ہے خواہش مری اے تاج شفاعت والے

"سید امین گیلانی"

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ: "مولانا محمد یعقوبؒ ہم سب کے بڑے ہیں' جو کچھ وہ فرمائیں گے مجھے بسرو چشم قبول ہوگا"۔ (ایضاً ص:۳۸۰)

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے مذکورہ فرمان کہ مرزا قادیانی آزاد خیال اور لامذہب ہے' صحبت اہل اللہ اور ان کے فیض باطنی سے محروم ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے' حضرت گنگوہیؒ کی طرف سے اس فرمان کی غیر مشروط تائید کے بعد ان کا سابقہ مؤقف کہ میں مرزا قادیانی کو صالح مسلمان جانتا ہوں' خود بخود منسوخ ہو جاتا ہے' اس تائید کے بعد ان کے سابقہ مؤقف سے استدلال کرنا سراسر ظلم اور صریح ناانصافی ہے۔

شاہ عبدالرحیمؒ کا خواب اور مرزا قادیانی کی بے دینی

حضرت گنگوہیؒ اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے ملاقات کے بعد علماء لدھیانہ نے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ سے ملاقات کی اور انہیں مرزا قادیانی کے افکار ونظریات سے آگاہ کیا' شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ (رائے پوری) ظاہری وباطنی علوم کے جامع اور حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے' انہوں نے مرزا قادیانی کے حالات اور اس پر علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے علماء کے اختلاف کا تذکرہ سنا تو فرمایا: میں اس کے لئے استخارہ کروں گا' تا کہ اس کے بارہ میں کوئی غیبی اشارہ مل جائے' چنانچہ انہوں نے استخارہ کیا اور فرمایا:

"میں نے دیکھا کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے' جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار (غیر مسلموں کا علامتی نشان جو عیسائی' یہودی' مجوسی کمر میں اور ہندو گلے میں دھاگے کی صورت میں ڈالتے ہیں) نظر آیا' جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے جو علماء اس کی تردید میں اب متردد ہیں' کچھ عرصہ بعد وہ بھی اسے خارج از اسلام قرار دیں گے"۔

(ایضاً ص:۳۸۰)

شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی' نہ صرف وہ علماء جو فتویٰ کفر دینے میں متردد تھے' بلکہ مرزا قادیانی کی تائید ونصرت کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم جیسے علماء بھی اس کے خلاف فتویٰ کفر پر متفق ہوئے اور علمائے امت نے مرزا قادیانی کے خلاف متفقہ فتویٰ کفر شائع کیا۔

(جاری ہے)

بچوں کے گرد منڈلاتے خطرات

مولانا اسرار الحق قاسمی

حال ہی میں انٹرنیٹ کے خطرناک نتائج سے متعلق بین الاقوامی سروے پر مبنی چونکا دینے والی یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ: ''ہر سال انٹرنیٹ پر ہر پانچ میں سے ایک بچہ کسی غارتگر، ظالم یا بچوں سے جنسی رغبت رکھنے والے کا شکار ہوجاتا ہے'' یعنی پانچ بچوں میں سے ایک بچے کی زندگی انٹرنیٹ کے استعمال کے ذریعہ یا تو ختم ہوجاتی ہے یا تباہ و برباد ہوجاتی ہے۔ مزید یہ کہ جیسے جیسے وقت بڑھ رہا ہے، انٹرنیٹ کے ذریعہ بچوں کے استحصال کے خطرات بھی بڑھتے جارہے ہیں۔ انٹرنیشنل کمیونیکیشن یونین کے مطابق پوری دنیا میں گزشتہ ایک دہائی میں ۱۸ کروڑ ۲۰ لاکھ افراد انٹرنیٹ کا استعمال کررہے تھے لیکن اس سال کے آخر تک ان کی تعداد بڑھ کر ڈیڑھ ارب ہوجائے گی۔ انٹرنیٹ سے برباد ہونے والے بچوں کی تعداد آنے والے سالوں میں اور زیادہ بڑھ جائے گی، گزشتہ دنوں آئی ٹی یو نے جنیوا میں چائلڈ آن لائن پروٹیکشن (سی او پی) شروع کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر انٹرنیٹ سے بے پناہ مواقع لوگوں کو ملے ہیں تو یہ مجرمانہ ذہن رکھنے والوں کے لئے بھی اپنا شکار ڈھونڈھنے کا آسان طریقہ ہوگیا ہے۔ سروے میں بتایا گیا کہ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے بچوں اور کمسنوں میں ۶۰ فیصد بچے انٹرنیٹ پر بات چیت (چیٹنگ) کرتے ہیں، بہت سی مرتبہ اسی چیٹنگ کے ذریعہ وہ کسی کے دھوکا میں آجاتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر بات چیت کے دوران آپسی جھگڑے، ایک دوسرے پر الزامات یا غلط زبان کا استعمال جیسے واقعات انٹرنیٹ کی دنیا سے باہر بھی آجاتے ہیں اور حقیقی زندگی میں لڑائی جھگڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے، عموماً یہ واقعات کم عمر کے نوجوانوں کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ بچوں میں خودکشی و جرائم کے رجحانات بھی پرورش پانے لگتے ہیں۔ رپورٹوں کے مطابق انٹرنیٹ پر بعض ایسی ویب سائٹیں دستیاب ہیں جو بچوں کو خودکشی پر آمادہ کرتی ہیں، اسی لئے انٹرنیٹ سے متعلق گہری معلومات رکھنے والے بعض مبصرین کا خیال ہے کہ بچوں کے لئے انٹرنیٹ نقصان دہ ثابت ہورہا ہے، انٹرنیٹ پر بچوں کے لئے مختلف قسم کے خطرناک گیم بھی موجود ہیں، اس لئے بہت سے بچے انٹرنیٹ سے گیم لوڈ کرکے اپنے کمپیوٹر پر کھیلتے ہیں یا براہ راست آن لائن کھیلتے ہیں، مستقل گیم کھیلنے کی انہیں زیادہ عادت ہوجاتی ہے تو وہ ان کی تعلیم پر اثر ڈالتی ہے خود ان کے مستقبل کے لئے بھی خطرناک ثابت ہوتی ہے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ دنوں ایک دس سالہ اسکول کے طالب علم نے انیسویں منزل سے چھلانگ لگا کر اس لئے جان دے دی تھی کہ اس کے والدین نے کمپیوٹر پر گیم کھیلنے سے اسے منع کردیا تھا۔ بچوں پر انٹرنیٹ کے منفی اثرات کو دیکھتے ہوئے والدین پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو انٹرنیٹ اور ٹی وی جیسی چیزیں فراہم کرنے میں احتیاط سے کام لیں، اگر انٹرنیٹ کے استعمال کی اجازت دیں تو صرف اپنی موجودگی میں، آئے دن انٹرنیٹ کے ذریعہ نت نئے خطرناک واقعات کی جو خبریں منظر عام پر آرہی ہیں، ان سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔

قوموں کی زندگی میں بچے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، کیونکہ یہی بچے آگے چل کر جوان ہوتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے شانوں پر اٹھاتے ہیں، بچوں کے بغیر نسل انسانی کی بقا کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح قوموں کے تابناک یا تاریک مستقبل کا دارومدار بھی انہیں پر ہوتا ہے، اگر بچوں کو اچھی تعلیم و تربیت فراہم کی جاتی ہے، ان کے لئے بہتر راستہ کا انتخاب کیا جاتا ہے اور ان کے مستقبل کو روشن بنانے کے لئے اہم و مثبت قدم اٹھائے جاتے ہیں تو یہ بچے آگے چل کر کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں، لیکن اگر بچوں کے ساتھ صحیح برتاؤ نہیں کیا جاتا، ان کو تعلیم و تربیت نہیں دی جاتی، ان کی صحیح رہنمائی نہیں کی جاتی اور ان کو اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے تو پوری قوم اور پوری انسانیت کا مستقبل داؤ پر لگ جاتا ہے۔ یہ صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ ایک طرف بچوں کی پرورش پر حتی الوسع توجہ دی جائے اور ان کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے تو دوسری طرف ان کی تعلیم و تربیت کا بہتر نظم کیا جائے، اگر والدین اچھی تعلیم و تربیت کا خود نظم کرنے کے متحمل ہوں تو فبہا، ورنہ سماجی تنظیموں اور حکومتوں کو اس بات پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے کہ کوئی بھی بچہ اچھی تعلیم و تربیت سے محروم نہ رہے، بچوں کے

لئے بہتر ماحول فراہم کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ بچوں پر ماحول کا گہرا اثر پڑتا ہے، اسی طرح صحبت بھی بچوں پر گہرا اثر چھوڑتی ہے، یوں تو صحبت اور ماحول بڑی عمر کے لوگوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے تاہم بچے بہت جلدی ماحول اور صحبت سے متاثر ہوجاتے ہیں، ایک اور بات جو بچوں کے مستقبل کے لئے بہت زیادہ ضروری اور اہم ہے وہ یہ ہے کہ منفی باتوں اور غلط چیزوں سے انہیں بچانا انتہائی ضروری ہے، یعنی جہاں ایک طرف بچوں کی صحت کی دیکھ بھال، تعلیم وتربیت، ماحول اور صحبت پر دھیان دینا ضروری ہے، وہیں دوسری طرف ان پر اس طور سے گہری نگاہ رکھنے کی بھی ضرورت ہے کہ ان کی رسائی غلط چیزوں تک تو نہیں ہورہی ہے۔

ارض حرم کا تقدس

حرم! اسلام کا دینی اور مذہبی مرکز ہے، اس کا گوشہ گوشہ اسلام کا معبد اور مسلمانوں کا مشہد ہے، ارض حرم جس دن ارض حرم بنی اسی دن اس کی یہ خصوصیت عیاں کردی گئی ہے کہ وہ صرف رکوع اور سجود کا آستانہ اور اعتکاف وطواف کا مقام ہے اور انہی بندگانِ حق کا مسکن ہے جن کی زندگیاں راہِ خدا پرستی میں وقف ہیں اور جو حیات ابدی کے طالب اور جویاں ہیں۔ خانہ حرم کے معماروں (حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام) کو جب وہ اس کی تعمیر سے فارغ ہوچکے، اس کے مالک کا حکم پہنچا: "ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود" (البقرہ)... تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک کرو... معلوم ہوا کہ ارض حرم کی تعمیر کا خاص مقصد یہ ہے کہ توحید کے پرستاروں کا یہ وہ مقام ہے جہاں خدائے واحد کی پرستش کے سوا کوئی عمل مطلوب نہ ہو، اس کے علاوہ دنیا کے اور جتنے کام ہیں وہ اس کی پاکی اور طہارت کے منافی ہیں، اس کی طہارت اور پاکی، اس کی عظمت اور تقدس صرف اسی میں ہے کہ وہ عبادات الٰہی کا مرکز، توحید پرستی کا معبد، رکوع اور سجود کی چوکھٹ اور اعتکاف وطواف کی خانقاہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی

حیران کن امر یہ ہے کہ موجودہ دور میں جب کہ ہر طرف انسانی حقوق کے تحفظ اور ہر شعبے میں ترقی کے دعوے کئے جارہے ہیں، بچے ہر سطح پر غیر محفوظ اور خطرات سے دوچار نظر آرہے ہیں، آج بھی کتنے بچے ایسے ہیں جو غذائی قلت اور مناسب علاج کے نہ ہونے کی باعث موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، وہ ممالک جو غریب وپسماندہ ہیں یا جنگ کے بھیانک نتائج کا سامنا کررہے ہیں، وہاں بچوں کے لئے خاطر خواہ غذا اور دوا کا فقدان نظر آتا ہے، رپورٹوں کے مطابق ہر دن ۲۶ ہزار ۵۰۰ بچے غربت، بھوک، پیاس اور بیماریوں کی وجہ سے لقمہ اجل بن جاتے ہیں، یعنی ہر تیسرے سیکنڈ میں ایک بچہ اور ہر منٹ میں ۱۸ بچوں کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ مذکورہ اسباب کے سبب ہر سال ۱۰ ملین بچے فوت ہوجاتے ہیں، ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۶ء کے درمیان ۶۰ ملین بچے جاں بحق ہوئے۔ یہ تفصیل بچوں کی حفظانِ صحت سے متعلق حکومتوں اور عالمی اداروں کی قلعی کھول کر رکھ دیتی ہے، علاوہ ازیں دیگر ایسے بہت سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے بڑے پیمانہ پر بچوں کا استحصال ہورہا ہے اور ان کی زندگی ومستقبل پر سوالیہ نشان لگ رہا ہے، مثلاً چھوٹے بچوں کو تعلیم دینے کی بجائے کام پر لگا کر ان کی زندگی سے کھلواڑ کرنے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اگرچہ ۱۸ سال سے کم عمر کے بچوں سے کام کرانا قانونی جرم ہے مگر اس کے باوجود دنیا بھر میں کروڑوں بچوں کو محنت ومزدوری کرنی پڑتی ہے، کیونکہ یا تو ان سے محنت ومزدوری زبردستی کرائی جاتی ہے یا پھر شدید غربت انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جو بچے تعلیم وتربیت کی بجائے محنت ومزدوری کرنے میں لگ جاتے ہیں نہ صرف ان بچوں کا بچپن ختم ہوجاتا ہے بلکہ ان کی جوانی اور بڑھاپا بھی تاریک ہوجاتا ہے اور وہ تعلیم وتربیت کی روشنی سے محروم ہوکر زندگی بھر تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔

بچوں کے استحصال کی کہانی یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ ان لوگوں کے بچوں کو بھی بسا اوقات خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑجاتا ہے جو صاحب ثروت ہوتے ہیں اور غذائی قلت یا علاج ومعالجہ کا ان کے سامنے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے والدین ان کی صحت کا پورا خیال رکھتے ہیں، کھانے پینے کے لئے بھی بہترین اور معیاری چیزیں دیتے ہیں، انہیں اچھے اسکولوں وکالجوں میں تعلیم دلاتے ہیں اور ان کے مستقبل کو شاندار بنانے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، لیکن ماحول اور اچھی صحبت نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے کتنے ہی بچے غلط راستے پر چلنے لگتے ہیں، کئی بار زیادہ سہولیات فراہم کرنا بھی بچے کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے، بچوں کی جدید آلات ووسائل تک رسائی بھی ان کے حق میں مضر ثابت ہورہی ہے، اس لئے کہ بہت سی جدید چیزیں جیسے ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ وغیرہ اپنے اندر نقصانات بھی رکھتی ہیں، بچے کم عمری کی وجہ سے نفع بخش اور نقصان دہ چیزوں کے درمیان تمیز نہیں کرپاتے، چنانچہ بہت سے بچے ٹی وی پر معلوماتی پروگراموں کے علاوہ صرف فلمیں اور دیگر ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جن کے منفی اثرات ان کی زندگی پر پڑتے ہیں اور انٹرنیٹ تک اگر ان کی رسائی ہوتی ہے تو وہ اس کا زیادہ تر غلط استعمال کرتے ہیں۔ ☆☆

ماہِ صفر المظفر میں توہم پرستی کی حقیقت

مولانا سہیل ممتاز

محرم اور صفر دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں، صفر کو صفر کیوں کہتے ہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں:

یہ صفر سے ماخوذ ہے بمعنی زردی. جب لوگ اس مہینہ کا نام متعین کرنے لگے تو اتفاق سے پت جھڑ کا موسم تھا، درختوں کے پتے پیلے تھے، اس لئے اس ماہ کا نام صفر رکھ دیا۔ (غیاث اللغات)

صفر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صفر سے ماخوذ ہے جس کا معنی خالی ہونا ہے، چونکہ زمانہ جاہلیت میں ماہ محرم میں قتال حرام تھا اور ماہ صفر میں لوگ قتال کے لئے نکل جایا کرتے تھے اور ان کے گھر خالی رہتے تھے، اسی وجہ سے اس ماہ کا نام صفر رکھ دیا گیا۔ (غیاث اللغات)

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی صفر المظفر یا صفر الخیر، اس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کا معنی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں، کیونکہ ماہ صفر کو زمانہ جاہلیت میں منحوس سمجھا جاتا تھا اور احادیث مبارکہ میں اس خیال کی نفی کی جاتی ہے تو اس لئے صفر المظفر یا صفر الخیر کہا جاتا ہے تاکہ اس کو منحوس مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی اور خیر و بھلائی والا مہینہ سمجھا جائے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

"ایام جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو ایک سال حلال اور ایک سال حرام ٹھہرایا کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ کبھی اہل عرب ماہ محرم کو جو ان کے نزدیک محترم مہینوں میں سے ہے اور اس میں جنگ و جدال حرام سمجھتے تھے، بڑھا کر صفر کو بھی اس میں شامل کر لیتے اور جنگ و جدال کو صفر میں ناجائز قرار دیتے۔" (مرقاۃ)

اور بعض لوگ یہ مراد لیتے ہیں کہ صفر ایک مشہور مہینہ ہے، صفر سے پہلے محرم اور صفر کے بعد ربیع الاول ہے، دونوں بابرکت مہینے ہیں اور درمیان میں صفر ہے تو اس میں کثرت کے ساتھ مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں اور اہل عرب صفر کے مہینے سے بدفالی لیا کرتے تھے۔

اسی طرح آج کل بھی بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پُرمسرت تقریبات منعقد کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور ماہ صفر کو نامبارک اور منحوس سمجھتے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ گھروں میں قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ اس مہینے کی نحوست اور آفتوں سے محفوظ رہیں اور طرح طرح کے توہمات، بے بنیاد نظریے اپنائے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مرض کا لگ جانا، اُلّو، ستارہ اور صفر یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔"

(مسلم، مشکوٰۃ:۳۹۱)

من گھڑت حدیث:

بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے خوشخبری سنائے گا کہ ماہ صفر ختم ہوگیا میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ماہ صفر منحوس ہے تب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ صفر کے جانے سے خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

مگر یہ حدیث دلیل بننے کے قابل نہیں۔ مشہور محدث مُلا علی قاریؒ نے اس کو من گھڑت قرار دیا ہے' اگر بالفرض صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوشی ماہ صفر کے جانے کی نہ تھی بلکہ ربیع الاول کے آنے کی تھی' جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونے والی تھی اور وفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی تھی' تو یہ خوشی حق تعالیٰ سے ملاقات کی تھی۔

ماہِ صفر کا آخری بدھ:

کئی لوگ ماہ صفر کے آخری بدھ کو عید مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا' اسی لئے ازواج مطہرات نے خوشی کی اور میٹھی چیز پکائی' انہوں نے ایک شعر بنایا ہے:

آخری چہار شنبہ آیا ہے
غسل صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی بیماری تو ماہ صفر کے آخری بدھ سے شروع ہوئی تھی نہ کہ ختم ہوئی تھی' اس لئے اس دن میں عید منانا بے اصل ہے۔ اسی سلسلے کی ایک حکایت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے نقل فرمائی ہے۔

ایک حکایت:

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نوابزادہ کسی عالم دین کے پاس علم دین پڑھتا تھا' ایک دن جب ماہ صفر کا آخری بدھ آیا تو حاضر ہوا اور عیدی اور مٹھائی طلب کی تو استاد صاحب جو بڑے ماہر علم تھے انہوں نے ایک شعر تصنیف کیا اور شہزادے کو دیا۔ شعر یہ تھا:

آخر چہار شنبہ صفر مثل چہار شنبہ ہائے دگر
نہ حدیث شدہ دراں وارد نہ در وعید کرد پیغمبر

ترجمہ: صفر کا آخری بدھ دوسرے بدھ کی طرح ہے اس میں نہ کوئی حدیث وارد ہوئی ہے اور نہ ہی حضور علیہ السلام نے اس میں عید منائی ہے۔ شہزادے نے والد کو جا کر یہ سنایا والد خوش ہوا اور مولوی صاحب کو انعام دیا۔ (اصلاحی مضامین)

اور اسی طرح متعدد روایات میں رحمت کائنات ﷺ نے صفر کے متعلق باطل نظریات، خیالات، توہمات کی صاف صاف نفی فرما دی جو عربوں کے اندر رائج تھے۔

ایک بادشاہ نے اپنے ایک غلام سے کہہ رکھا تھا کہ تو صبح سویرے مجھے اپنی صورت نہ دکھایا کر، اس لئے کہ تو منحوس ہے، ورنہ تیری نحوست کا میرے اوپر شام تک اثر رہے گا، ایک دن اتفاق سے وہ غلام صبح سویرے کسی کام سے بادشاہ کے پاس چلا گیا، تو بادشاہ نے اس کو برا بھلا کہا اور حکم دیا کہ اس کو شام تک کوڑے لگائے جائیں، شام ہونے پر بادشاہ نے کہا: منحوس! آئندہ صبح سویرے میرے پاس نہیں آنا۔ غلام نے کہا: بادشاہ سلامت! منحوس میں نہیں ہوں بلکہ آپ ہیں، اس لئے کہ آج صبح میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تھا اور آپ نے میرا چہرہ دیکھا تھا، آپ کا چہرہ دیکھنے سے مجھے یہ انعام ملا کہ شام تک کوڑے لگتے رہے اور میرا چہرہ دیکھنے سے آپ صبح سے شام تک صحیح سلامت رہے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت متاثر ہوا اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات، ص:19)

حقیقت یہ ہے کہ توہم پرستی صفر میں ہو یا دوسرے مہینوں میں، یہ ایک آگ ہے، جس میں ہم اپنے، دینی، ملی، قومی تشخص کو جلا رہے ہیں۔ اس ماہ صفر سے وابستہ اسلامی تاریخ، توہم پرستی، نحوست، ناکامی اور بدشگونی کی نفی کر کے مسرت اور شادمانی، کامیابی اور فتوحات کی نوید سناتی ہے اور یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کو مشرکین کے پنجہ استبداد سے نجات ہجرت مدینہ کی صورت میں ملی جو آگے چل کر اسلامی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

اسی ماہ صفر میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ اور صفیہؓ بنت حیی ام المومنین بن کر کاشانہ نبوت میں تشریف لائیں اور اسی ماہ صفر میں حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہوا اور ماہ صفر میں ہی لاتعداد بزرگان دین کی پیدائش ہوئی اور بہت سے اکابرین کی وفات ہوئی، چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی پیدائش ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، سید احمد شہیدؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ ان سب حضرات کی ولادت صفر ہی میں ہوئی اور اسی طرح حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے وفات پائی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر شہید اسلام حضرت اقدس حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو ماہ صفر ہی میں شہید کیا گیا۔

☆☆......☆☆

نبی اور مجدد کے درمیان فرق

نبی کی ضرورت اصل احکام کے منجانب اللہ انسانوں تک پہنچانے کے لئے ہے۔ یعنی نبی اللہ تعالیٰ سے پاکر بندوں تک پہنچانے میں واسطہ ہے، وہ عقل و قیاس اور علم و فہم سے نہیں کہتا، بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وحی سے کہتا ہے، اور خدا سے پاکر کہتا ہے، اس کی وحی و تعلیم ہر خطا سے پاک اور وہ خود ہر غلطی سے معصوم ہے، مگر مجدد کا یہ حال نہیں ہے، بلکہ کتاب و سنت اور وحی رسالت کے احکام و پیغام کو سمجھ کر اور اپنی فراست ایمانی، صفائے ذہن، عقل مستقیم اور قیاس صحیح اور رائے صواب سے صحیح غلط میں تمیز کرتا ہے، دین کو غیر دین سے، ارشادات الٰہی کو ایجادات انسانی سے، سنت کو بدعت سے ممتاز کرتا ہے اور اپنی علمی و عملی زندگی کی طہارت و نزاہت اور ثبات و استقامت اور نبی کی اتباع کامل اور اقتدائے تام سے محبوبیت و مقبولیت کی شان پیدا کرتا ہے۔

نبی کی نبوت قطعی اور مجدد کی مجددیت ظنی ہوتی ہے

نبی کو اپنا نبی ہونا یقینی اور قطعی طور سے معلوم ہوتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور خبر سے اس واقعہ کا ہونا بدیہی معلوم ہوتا ہے، جس کے لئے اس کو دلیل کی بھی ضرورت نہیں، لیکن مجدد کو اپنا مجدد ہونا ظن و تخمین سے زیادہ معلوم بھی نہیں ہوتا بلکہ اگلے زمانہ کے مجددین کا مجدد ہونا بالعموم ان کی وفات کے بعد ان کے پاکیزہ کارناموں اور مقدس حالات اور تجدیدانہ مساعی سے خواص امت پر ظاہر ہوتا ہے۔

سرگودھا کی ڈائری

نمائندہ خصوصی ..... محمد عبداللہ

تحفظ ختم نبوت کا فریضہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ ہر دور میں کیا، جب بھی کسی جھوٹے مدعی نبوت نے محاذ ختم نبوت کی حسین و جمیل عمارت میں نقب لگانے کی ناکام کوشش کی تو شمع رسالت کے پروانے میدان عمل میں کود پڑے اور تحفظ ختم نبوت کا فریضہ ادا کیا، موجودہ دور میں قادیانیت کے فتنہ کی بیخ کنی کے لئے علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ جیسی عظیم المرتبت شخصیات سرگرم عمل رہی ہیں، ان کے ساتھ ساتھ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں نے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔ ان کے بعد محاذ ختم نبوت کو مزید مضبوط کرنے کے لئے ان اکابر کے نام لیواؤں نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ تقریر، تحریر، مناظرہ، مباہلہ، عدالت، غرضیکہ کوئی میدان ایسا نہیں جس میں قادیانیت کو دندان شکن جواب نہیں دیا گیا۔ ۱۹۳۴ء میں (ربوہ سے متصل) تبلیغی کانفرنس ہوئی، جس میں امیر شریعتؒ نے قادیانیت کے نام نہاد قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، پھر ہر سال چنیوٹ اور اب چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے، اس سے ایک عظیم انقلاب برپا ہوا ہے۔

انہی تبلیغی پروگراموں میں حال ہی میں سرگودھا کے عیدگاہ میدان میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، علاقہ بھر کے علماء کرام اور معززین شہر نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ شبان ختم نبوت سرگودھا نے نہایت جوش وخروش سے کانفرنس میں شرکت کی اور تمام انتظامات سنبھالے۔ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کی محنت وکوشش مثالی رہی، مولانا اپنے ضعف کے باوجود محاذ ختم نبوت کے تحفظ پر ایک جانباز سپاہی اور ایک پرجوش مجاہد سے کم نہیں ہیں۔

کانفرنس میں بلامبالغہ پچاس ہزار افراد کے قریب عاشقان رسول نے علاقہ سے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے سرگودھا جماعت کے جنرل سیکریٹری مولانا اسامہ رضوان نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ پنڈال جماعتی کاز سے متعلق خوبصورت بینرز سے آراستہ کیا گیا، اسٹیج نہایت عمدہ اور پرکشش منظر پیش کررہا تھا۔

کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کے صاحبزادے مولانا عزیز احمد کررہے تھے۔ کانفرنس میں جید علماء کرام نے اپنے خطابات کے ذریعہ لوگوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور اپنی ذمہ داریوں اور قادیانیوں کی سازشوں سے باخبر کیا۔ اس عظیم الشان کانفرنس سے مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ، مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا قاری منصور احمد، مولانا عبداللہ شاہ مظہر، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا قاضی ظہور الحق اور دیگر علمائے کرام نے خطاب کیا۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا اسامہ رضوان نے انجام دیے۔ مولانا نور محمد اور دیگر ختم نبوت کے کارکنوں نے اپنی شبانہ روز سرگرمیوں کے ذریعہ سے کانفرنس کو کامیاب کیا۔ حق تعالیٰ شانہ ان تمام احباب کو اپنی طرف سے عظیم جزائے خیر نصیب فرمائے جنہوں نے جس اعتبار سے بھی اس میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی، رب کریم اس کے مفید اثرات تمام مسلمانوں پر مرتب فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

ملفوظات

☆...... قادیانیوں کی حیثیت ذمیوں کی نہیں بلکہ محارب کافروں کی ہے اور محاربین سے کسی قسم کا تعلق رکھنا شرعاً جائز نہیں۔

☆...... امت مسلمہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کے خلاف سینہ سپر ہوجائے اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے طلسم سامری کو پاش پاش کرڈالے۔ اس فریضہ کا نام تحفظ ختم نبوت ہے اور تاریخ شہادت دے گی کہ امت مسلمہ نے کسی دور میں بھی اس فریضہ سے تغافل نہیں کیا۔

☆...... قادیانی زندیق ہیں جو اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام کہتے ہیں اور شریعت کے مطابق زندیق واجب القتل ہوتا ہے۔

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

کھانسی، نزلہ، زکام

کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تازہ و شاندار

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔ جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔ جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔ اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ـ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع ... شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2007

اصل سکندر اعظم

جاوید چوہدری

سکندر اعظم کون تھا، مقدونیہ کا الیگزینڈر یا تاریخ اسلام کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب دینا دنیا بھر کے مورخین پر فرض ہے، آج ''ایس ایم ایس'' کا دور ہے، موبائل کا میسجنگ سسٹم چند سیکنڈ میں خیالات کو دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچا دیتا ہے، جدید دور کی اس سہولت سے اب قارئین اور ناظرین بھی بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں، گزشتہ روز کسی صاحب نے پیغام بھجوایا: ''کاش! آپ نے آج حضرت عمر فاروقؓ پر کالم لکھا ہوتا'' یہ پیغام پڑھتے ہی یاد آیا آج تو حضرت عمر فاروقؓ کا یوم شہادت تھا اور میں اس وقت سے سوچ رہا ہوں مقدونیہ کا الیگزینڈر سکندر اعظم تھا یا حضرت عمر فاروقؓ، ہم نے بچپن میں پڑھا تھا مقدونیہ کا الیگزینڈر بیس سال کی عمر میں بادشاہ بنا، ۲۳ سال کی عمر میں مقدونیہ سے نکلا، اس نے سب سے پہلے پورا یونان فتح کیا، اس کے بعد وہ ترکی میں داخل ہوا، پھر ایران کے دارا کو شکست دی، پھر وہ شام پہنچا، پھر اس نے یروشلم اور بابل کا رخ کیا، پھر وہ مصر پہنچا، پھر وہ ہندوستان آیا، ہندوستان میں اس نے پورس سے جنگ لڑی، اپنے عزیز از جان گھوڑے کی یاد میں پھالیہ شہر آباد کیا، مکران سے ہوتا ہوا واپسی کا سفر شروع کیا، راستے میں ٹائی فائیڈ میں مبتلا ہوا اور ۳۲۳ قبل مسیح میں ۳۳ سال کی عمر میں بخت نصر کے محل میں انتقال کر گیا، دنیا کو آج تک بتایا گیا وہ انسانی تاریخ کا عظیم جرنیل، فاتح اور بادشاہ تھا اور تاریخ نے اس کے کارناموں کی وجہ سے اسے الیگزینڈر دی گریٹ کا نام دیا اور ہم نے اسے سکندر اعظم یعنی بادشاہوں کا بادشاہ بنا دیا، لیکن آج اکیسویں صدی کے نویں سال کے پہلے دن میں پوری دنیا کے مورخین کے سامنے یہ سوال رکھتا ہوں کیا حضرت عمر فاروقؓ کے ہوتے ہوئے الیگزینڈر کو سکندر اعظم کہلانے کا حق حاصل ہے؟ میں دنیا بھر کے مورخین کو سکندر اعظم اور حضرت عمر فاروقؓ کی فتوحات اور کارناموں کے موازنے کی دعوت دیتا ہوں، آپ بھی سوچئے الیگزینڈر بادشاہ کا بیٹا تھا، اسے دنیا کے بہترین لوگوں نے گھڑسواری سکھائی، اسے ارسطو جیسے استادوں کی صحبت ملی تھی اور جب وہ بیس سال کا ہو گیا تو اسے تخت اور تاج پیش کر دیا گیا، جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروقؓ کی سات پشتوں میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا، آپؓ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چراتے چراتے بڑے ہوئے تھے اور آپؓ نے تلوار بازی اور تیر اندازی بھی کسی اکیڈمی سے نہیں سیکھی تھی، سکندر اعظم نے آرگنائزڈ آرمی کے ساتھ دس برسوں میں ۱۷ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا تھا جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نے دس برسوں میں آرگنائزڈ آرمی کے بغیر ۲۲ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور اس میں روم اور ایران کی دو سپر پاورز بھی شامل تھیں، آج کے سیٹلائٹ میزائل اور آبدوزوں کے دور میں بھی دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی سلطنت نہیں جو حضرت عمر فاروقؓ نے نہ صرف گھوڑوں کی پیٹھ پر فتح کرائی تھی بلکہ اس کا انتظام و انصرام بھی چلایا گیا، الیگزینڈر نے فتوحات کے دوران اپنے بے شمار جرنیل قتل کرائے، بے شمار جرنیلوں اور جوانوں نے اس کا ساتھ چھوڑا اس کے خلاف بغاوتیں بھی ہوئیں اور ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کر دیا لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ ہوئی، وہ ایسے کمانڈر تھے کہ آپ نے عین میدان جنگ میں عالم اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر دیا اور کسی کو یہ حکم ٹالنے کی جرأت نہ ہوئی، آپؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفے کی گورنری سے ہٹا دیا، آپؓ نے حضرت حارث بن کعبؓ سے گورنری واپس لے لی، آپؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کا مال ضبط کر لیا اور آپؓ نے حمص کے گورنر کو واپس بلا کر اونٹ چرانے پر لگا دیا لیکن کسی کو حکم عدولی کی جرأت نہ ہوئی۔

الیگزینڈر نے ۱۷ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا لیکن دنیا کو کوئی نظام، کوئی سسٹم نہ دے سکا جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیئے جو آج تک پوری دنیا میں رائج ہیں، آپؓ نے نماز فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کر دیا، آپؓ کے عہد میں نماز تراویح کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا، آپؓ نے شراب نوشی کی سزا مقرر کی، سن ہجری کا اجرا کیا، جیل کا تصور دیا، موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں،

مسجدوں میں روشنی کا بندوست کرایا، پولیس کا محکمہ بنایا، ایک مکمل عدالتی نظام کی بنیاد رکھی، آب پاشی کا نظام قائم کرایا، فوجی چھاؤنیاں بنوائیں اور فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا، آپؓ نے دنیا میں پہلی بار دودھ پیتے بچوں، معذوروں، بیواؤں اور بے آسراؤں کے وظائف مقرر کئے، آپؓ نے دنیا میں پہلی بار حکمرانوں، سرکاری عہدیداروں اور والیوں کے اثاثے ڈکلیئر کرنے کا تصور دیا، آپؓ نے بے انصافی کرنے والے ججوں کو سزا دینے کا سلسلہ بھی شروع کیا اور آپؓ نے دنیا میں پہلی بار حکمران کلاس کی اکاؤنٹیبلیٹی شروع کی، آپؓ راتوں کو تجارتی قافلوں کی چوکیداری کرتے تھے، آپؓ فرمایا کرتے تھے جو حکمران عدل کرتے ہیں وہ راتوں کو بے خوف سوتے ہیں، آپؓ کا فرمان تھا ''قوم کا سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے'' آپ کی مہر پر لکھا تھا: ''عمر! نصیحت کے لئے موت ہی کافی ہے'' آپؓ کے دسترخوان پر کبھی دو سالن نہیں رکھے گئے، آپؓ زمین پر سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتے تھے، آپؓ سفر کے دوران جہاں نیند آ جاتی تھی کسی درخت پر چادر تان کر سایہ کرتے تھے اور سو جاتے تھے اور رات کو ننگی زمین پر دراز ہو جاتے تھے، آپؓ کو نرم اور باریک کپڑے سے نفرت تھی، آپؓ کسی کو جب سرکاری عہدے پر فائز کرتے تھے تو اس کے اثاثوں کا تخمینہ لگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور اگر سرکاری عہدے کے دوران اس کے اثاثوں میں اضافہ ہو جاتا تو آپؓ اس کی اکاؤنٹیبلیٹی کرتے تھے، آپؓ جب کسی کو گورنر بناتے تو اسے نصیحت فرماتے تھے، کبھی ترکی گھوڑے پر نہ بیٹھنا، باریک کپڑے نہ پہننا، چھنا ہوا آٹا نہ کھانا، دربان نہ رکھنا اور کسی فریادی پر دروازہ بند نہ کرنا، آپؓ فرماتے تھے ظالم کو معاف کر دینا مظلوموں پر ظلم ہے اور آپ کا یہ فقرہ آج انسانی حقوق کے چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے: ''مائیں بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں تم نے انہیں کب سے غلام بنا لیا؟'' فرمایا: میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں ''عمرؓ بدل کیسے گیا'' آپؓ اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے جنہیں ''امیر المومنین'' کا خطاب دیا گیا، دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے، اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروقؓ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں، آپؓ کے عدل کی وجہ سے عدل دنیا میں عدل فاروقی ہو گیا۔ آپؓ شہادت کے وقت مقروض تھے چنانچہ آپؓ کی وصیت کے مطابق آپ کا واحد مکان بیچ کر آپ کا قرض ادا کر دیا گیا اور آپؓ دنیا کے واحد حکمران تھے جو فرمایا کرتے تھے میرے دور میں اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کی سزا عمر (حضرت عمر فاروقؓ) کو بھگتنا ہوگی، آپؓ کے عدل کی یہ حالت تھی آپؓ کا انتقال ہوا تو آپ کی سلطنت کے دور دراز علاقے کا ایک چرواہا بھاگتا ہوا آیا اور چیخ کر بولا: ''لوگو! حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا'' لوگوں نے حیرت سے پوچھا: تم مدینہ سے ہزاروں میل دور جنگل میں ہو تمہیں اس سانحے کی اطلاع کس نے دی؟ چرواہا بولا: ''جب تک حضرت عمر فاروقؓ زندہ تھے میری بھیڑیں جنگل میں بے خوف پھرتی تھیں اور کوئی درندہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا لیکن آج پہلی بار ایک بھیڑیا میری بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا، میں نے بھیڑیے کی جرأت سے جان لیا، آج دنیا میں حضرت عمر فاروقؓ موجود نہیں ہیں۔''

میں دنیا بھر کے مورخین کو دعوت دیتا ہوں وہ الیگزینڈر کو حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے رکھ کر دیکھیں انہیں الیگزینڈر... حضرت عمر فاروقؓ کے حضور پہاڑ کے سامنے کنکر دکھائی دے گا، کیونکہ الیگزینڈر کی بنائی سلطنت اس کی وفات کے پانچ سال بعد ختم ہو گئی جب کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں جس جس خطے میں اسلام کا جھنڈا بھجوایا وہاں سے آج بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں آتی ہیں، وہاں آج بھی لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، دنیا میں الیگزینڈر کا نام صرف کتابوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے جب کہ حضرت عمر فاروقؓ کے بنائے نظام دنیا کے ۲۴۵ ممالک میں آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں، آج بھی جب کسی ڈاک خانے سے کوئی خط نکلتا ہے، پولیس کا کوئی سپاہی وردی پہنتا ہے، کوئی فوجی جوان چھ ماہ بعد چھٹی پر جاتا ہے یا پھر حکومت کسی بچے، معذور، بیوہ یا بے آسرا شخص کو وظیفہ دیتی ہے تو وہ معاشرہ، وہ سوسائٹی بے اختیار حضرت عمر فاروقؓ کو کریڈٹ تسلیم کرتی ہے، وہ انہیں تاریخ کا سب سے بڑا سکندر مان لیتی ہے، ماسوائے ان مسلمانوں کے جو آج احساس کمتری کے شدید احساس میں کلمہ تک پڑھنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھتے ہیں، لاہور کے مسلمانوں نے ایک بار انگریز سرکار کو دھمکی دی تھی: ''اگر ہم گھروں سے نکل پڑے تو تمہیں چنگیز خان یاد آ جائے گا'' اس پر جواہر لال نہرو نے مسکرا کر کہا تھا: ''افسوس آج چنگیز خان کی دھمکی دینے والے مسلمان یہ بھول گئے ان کی تاریخ میں ایک (حضرت) عمر فاروقؓ بھی تھا'' ہم آج بھی یہ بھولے ہوئے ہیں کہ ہم میں ایک (حضرت) عمر فاروقؓ بھی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرتؓ عمر ابن خطاب ہوتے۔''

(بشکریہ: روزنامہ ایکسپریس کراچی)

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

گلدستہ

ایک پیسہ اور دو کام:

میر سید مبارک محدث بلگرامی قدس سرہ کا ایک واقعہ مولانا آزادؒ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ موصوف نے اپنے قدیم محلّہ ''سید واڑہ'' سے ترک سکونت کر کے شہر کی مشرقی جانب ایک میدان میں سکونت اختیار کرلی تھی، وہاں رعایا آباد کی، مسجد بنوائی، رہائشی مکانات بنوائے اور جانوروں اور درندوں سے حفاظت کے لئے آبادی کے گرد پختہ دیوار بنوائی، اس بستی میں بیشتر نور بافوں کو آباد کیا، کیونکہ وہ اکثر دین دار اور نمازی ہوتے ہیں اور تمام آباد کاروں کے لئے قانون مقرر کردیا کہ پنج گانہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کیا کریں، ایک جولاہے نے عذر کیا کہ میں پنج وقتہ حاضری سے معذور ہوں، میرؒ نے وجہ دریافت کی تو جولاہا بولا: جتنی دیر نماز کو جاتا ہوں کام میں حرج ہوتا ہے اور اجرت میں نقصان، حضرت میرؒ نے پوچھا کہ ''روزانہ نماز کے وقت کام بند رہنے سے کتنی کی واقع ہوجاتی ہے؟'' جواب دیا: ایک پیسہ، حضرت میرؒ نے فرمایا: ''ایک پیسہ ہم سے لے لیا کرو، مگر نماز پڑھا کرو'' اس نے قبول کرلیا۔

ایک روز یہ جولاہا مسجد میں آیا اور وضو کئے بغیر نماز میں کھڑا ہوگیا، حضرت میرؒ نے ڈانٹا کہ بغیر وضو کے نماز پڑھتے ہو؟ جواب دیا: ''ایک پیسے میں دو کام نہیں ہوسکتے کہ وضو بھی کروں اور نماز بھی پڑھوں۔ حضرت میر کو بے اختیار ہنسی آئی اور وضو کے لئے مزید ایک پیسے کا اضافہ فرمادیا۔

دعوت وتبلیغ کا ایک اہم اصول:

یہ تو خیر ایک لطیفہ ہوا، مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

مولانا آزادؒ نے آگے لکھا ہے:

''رفتہ رفتہ حائک را رغبت دلی در نماز بہم رسید، واز تقاضائے اجرت در گزشت۔'' (مآثر، ص:۹۰)

یعنی وہ مسکین جولاہا جو نماز کے علاوہ وضو کے لئے الگ پیسے کا مطالبہ کرتا تھا، رفتہ رفتہ ظاہر کا اثر اس کے باطن پر ہوا، نماز اس کے قالب سے قلب تک پہنچ گئی، اور جو نماز صرف ایک پیسے کے لالچ میں پڑھی جاری تھی وہی بالآخر دلی رغبت کے ساتھ ادا ہونے لگی اور یوں اس کے اجر کا معاملہ بجائے میر صاحبؒ کے براہِ راست اس ذات عالی سے طے ہوگیا، جس کی نماز پڑھنا مقصود تھی۔

بظاہر جو نماز ایک پیسے کے بدلے پڑھی پڑھائی گئی وہ ایک پیسے کی بھی نہیں تھی لیکن شروع ہی سے اسے یہ مسئلہ سمجھایا جاتا تو بعید نہیں وہ تمام عمر نماز سے محروم رہتا، مگر حضرت میر قدس سرہ نے حکیمانہ تدریج سے اسے نماز کا عادی بنادیا، اس تدریجی حکمت سے کم ہمتوں کی ہمت بڑھانا اور بے راہوں کو راہ پر ڈالنا، اسوۂ نبوت ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بنو ثقیف کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسلام لانے کے لئے شرط رکھی کہ نہ تو انہیں کبھی جہاد کے لئے بلایا جائے گا، نہ ان سے زکوٰۃ وعشر لیا جائے گا اور نہ انہیں نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں جہاد وعشر کی معافی دی جاتی ہے، رہی نماز تو اس کی معافی نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس دین میں ذرا بھی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔

''فانه لا خیر فی دین لا رکوع فیه''

دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد وعشر کی معافی کی شرط پر ان کا اسلام قبول فرمایا، مگر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں تو خود بخود صدقہ بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کیا کریں گے۔ (ابوداؤد)

مولانا بدر عالم نوراللہ مرقدہ پہلی روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''...امام موصوف خطابی کا خیال ہے کہ جہاد اور زکوٰۃ کا استثنیٰ بھی یہاں صرف صورتاً تھا، کیونکہ جہاد ہمیشہ فرض نہیں ہوتا، زکوٰۃ بھی نصاب اور حولانِ حول پر موقوف ہوتی ہے، اس لئے سردست ان کو ان دونوں سے سبکدوش کیا جاسکتا تھا، رہی نماز تو وہ ایک ایسی عبادت تھی، جسے دن میں پانچ بار ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے، اس کا استثنا کسی کے حق میں گوارا نہیں کیا جاسکتا، نیز اس وفد ثقیف کے متعلق آپ (ﷺ) کو یہ یقین حاصل ہوچکا تھا کہ آئندہ چل کر وہ اپنے شوق سے صدقہ بھی کریں گے اور جہاد بھی کریں گے، ایسی صورت میں ان کے

ساتھ لفظی مناقشہ کرنا غیر مناسب تھا۔“

(معالم السنن، ج:۳، ص:۳۵)

اور دوسری روایت کے تحت لکھتے ہیں:

”....اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مبلغ کے لئے اصل مقاصد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور لفظی مناقشات کرنا نامناسب ہے، بعض مرتبہ صرف لفظی گرفتوں سے اصل مقاصد ہی فوت ہوجاتے ہیں۔“ (ترجمان السنۃ، ج:۲، ص:۱۴۰)

اسی نوعیت کی ایک اور حدیث ابوداؤد، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں بالفاظ مختلفہ مروی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ Hضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ، بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز، روزہ اور شرائع اسلام کی تعلیم فرمائی اور نماز پنج گانہ کی محافظت کا حکم فرمایا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان اوقات میں کچھ زیادہ ہی مشغول ہوتا ہوں، بس کوئی جامع بات، جو کافی و شافی ہو، مجھے بتادیجئے؟ فرمایا: بہت اچھا! ”عصرین“ کی پابندی کیا کرو، یہ لفظ انہوں نے پہلی بار سنا تھا، عرض کیا: یا رسول اللہ! عصرین سے کیا مراد؟ فرمایا: سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز۔

(ابوداؤد، ص:۶۱، ترجمان السنۃ، ص:۱۳۹، ج/۲)

اس حدیث پر اشکال کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے بجائے ان صاحب کو فجر اور عصر کی پابندی کا حکم کیسے فرمایا؟ علماء نے اس حدیث پر متعدد پہلوؤں سے کلام کیا ہے، مگر سب سے آسان سی بات وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تدریجی حکمت کو اس میں ملحوظ رکھا ہے، آپ نے جب انہیں پنج وقتہ نماز کی کامل نگہداشت کا حکم فرمایا اور انہوں نے ان اوقات میں اپنی شدید مصروفیت کا عذر کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ مصروفیت کی بنا پر کبھی دیر سویر ہوگئی تو وعدہ شکنی ہوگی، اس لئے کوئی ایسی جامع بات بتایئے جس کو پورے طور پر نبھا سکوں اور وعدہ خلافی نہ ہو۔ آپ کی جگہ کوئی اور مبلغ ہوتا تو بگڑ کر کہتا کہ بندۂ خدا! ایسی مصروفیت کون سی ہے جو نماز سے زیادہ اہم ہو؟ مگر نہیں! آپ نے (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) ان کے اس عذر پر جرح کرنا خلاف حکمت سمجھا، اور اس کے بجائے انہیں ”عصرین“ کی پابندی کا حکم فرمایا: ظاہر بین یہ سمجھے گا کہ آپ نے اسے صرف دو ہی نمازوں کا حکم فرمایا، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ ان دو نمازوں کو اگر ٹھیک وقت پر مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا التزام کرلیا جائے اسی کو محافظت کہتے ہیں تو باقی تین نمازوں کی محافظت کچھ بھی مشکل نہیں رہتی، گویا عصرین کی پابندی کا حکم بجائے خود پنج وقتہ کی پابندی کی تمہید یا اس کا پہلا زینہ تھا اور آپ ایک ایسے نومسلم کو جو ابھی چند لمحے پہلے اسلام سے آشنا ہوا، اسی تدریجی سیڑھی کے ذریعے اسلام کی آخری بلندی اور اس کی انتہائی معراج تک لے جانا چاہتے تھے۔

☆☆..........☆☆

کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

مولانا فضل احمد صاحب حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے حالات میں لکھتے ہیں:

”تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں ساہیوال سے میانوالی جیل تک حضرت مولانا محمد عبداللہؒ اور ان کے برادر خورد (شہید فی سبیل اللہ) قاری لطف اللہؒ اسیر زنداں رہے، جیل کے واقعات میں ایک واقعہ عجیب پیش آیا کہ چھ ماہ کی نظر بندی کے بعد اضافہ کا حکم نہ آیا تو حسب ضابطہ حکام جیل نے آپ کو عید سے ایک دن قبل رہا کرکے جامعہ رشیدیہ ساہیوال گھر پہنچایا، ابھی دونوں بھائی گھر پہنچے ہی تھے کہ حکومت کی طرف سے مزید نظر بندی کی توسیع کے آرڈر آگئے، حکام نے فوراً گرفتاری کے احکامات اور انتظامات کرلئے، ابھی گھر میں داخل ہوئے تھے کہ مقامی پولیس نے دونوں حضرات سے کہا کہ ذرا تھانہ تک تشریف لے جاکر اپنی واپسی یا رہائی کے دستخط کرآئیے، دونوں بھائی ابھی کپڑے تک تبدیل نہ کرسکے تھے کہ پولیس کی گاڑی پر تھانہ اور پھر سرکاری جیپ میں ڈال کر راتوں رات میانوالی جیل واپس پہنچادیئے گئے، یہ عید کی رات تھی، اسلامیان ساہیوال اس سال عید بھی نہ مناسکے اور تمام شہر و مدرسہ اور گھروں میں افسوسناک صورتحال برپا تھی:

”کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری“

نعت رسول مقبول ﷺ

ابوالامتیاز ع-س-مسلم

سکونِ دل کا خزانہ جہاں سے ملتا ہے
چلو مدینے کہ سب کچھ وہاں سے ملتا ہے

خوشا وہ حسن ملاقات یار کا منظر
وہ میزبانِ سماء میہماں سے ملتا ہے

درود و رحمت حق کی بہار ہے جس پر
تری زمیں کا پتا آسماں سے ملتا ہے

یقین ہے کہ ادھر بھی تو تو گیا ہے ضرور
نقوشِ پا کا نشاں کہکشاں سے ملتا ہے

نگاہِ لطف و عطا سے نوازتے ہیں ضرور
سلام شوق و محبت جہاں سے ملتا ہے

دلوں کے درد کا ذکرِ رسولؐ ہے درماں
حیات روح کا ساماں یہاں سے ملتا ہے

بہار زیست اسی کے جمال کا پرتو
سرورِ جاں بھی اسی گلستاں سے ملتا ہے

حیات بخش ہے اس کا خیال تابندہ
سکونِ قلب اسی مہرباں سے ملتا ہے

جو مانگنا ہے اسی در سے مانگ لے مسلم
خدا کے بعد اسی آستاں سے ملتا ہے

REGD.# SS.160

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

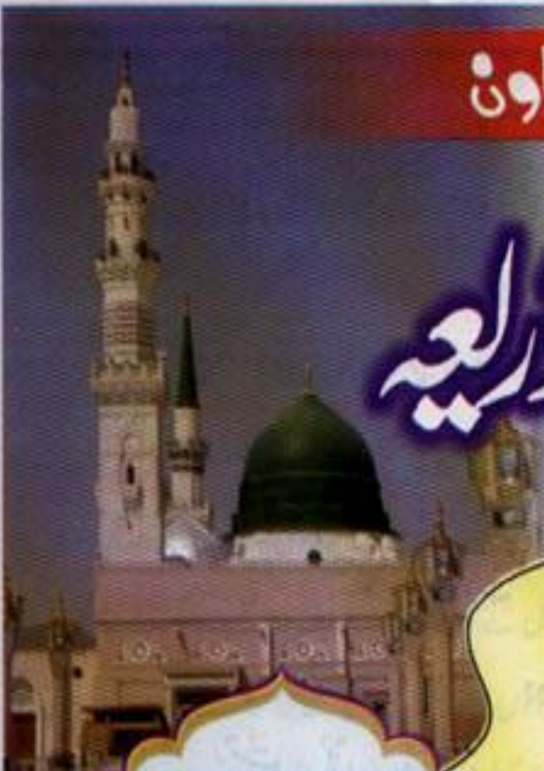

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد ومدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں

شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

کو دیجیے

نوٹ مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

مولانا خواجہ خان محمد

امیرِ مرکزیہ

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

نائب امیرِ مرکزیہ

مولانا عزیز الرحمٰن

ناظمِ اعلیٰ

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 4583486-45141522 فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ